

# کتاب التَّوْبِ فِي خُصَائِرِ السَّرْحِ الْمَبِينِ

مَنْزَهٌ عَنِ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهِ  
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسِمٍ

مرتب :

عَلَّامَةُ مَوْلَانَا مُحَمَّدُ صَدِيقُ مَتَلَانِي صَاحِبُ



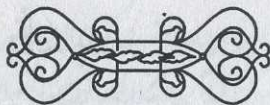
مُنَزَّةٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهِ  
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسِمٍ

# كِتَابُ التَّوْبِ

## مُصَنَّفُ السُّلْطَانِ الْهَيْدَرِ

مرتب:

عَلَّامَةُ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ صِدِّيقٌ تَلْمَازَانِي صَاحِبٌ



مَكْتَبَةُ نُورِيَّةِ رِضْوِيَّةِ كَلْبُرَاكِ فَيْصَلْ أَبَاد

041-626046 ①

# تعارف

ان خطیب پاکستان مقرر شدہ ہیں لسان کتاب سنت کے نکتہ دان حاکمی سنت ماسی بدعت آسمان خطابت کے نیت اعظم حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ **محمد شفیع** اکاڈمی مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بن الحاج علم الدین صاحب اسلام آباد امرتسر پنجاب، میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے اور تقسیم ملک کے بعد ملتان شریف میں آکر آباد ہوئے۔

مولانا موصوف ایک معزز تجارت پیشہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ چول کہ گھر کا ماحول سادہ اور مذہبی تھا۔ اس لیے تربیت بھی پاکیزہ ہوئی۔ ابتدا ہی سے نماز روزہ کے پابند اور مذہبی اجتماعات اور مجالس علماء و مشائخ میں شرکت کے شائق رہے جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ بی رنگ غالب آگیا۔

آپ نے اسلامیہ ہائی سکول دولت گیٹ ملتان میں میٹرک پاس کیا پھر ایم سن کالج ملتان میں ایف اے کیا۔ کتب درسیہ و حدیث شریف جامعہ رضویہ انوار الابرار ملتان میں پڑھیں اور جامعہ رضویہ منہج الاسلام لاہل پور سے سند فراغ حاصل کی۔

سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ میں قطب الاقطاب سرسبز شہ رفیقین دبرکات حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرناوالہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

باوجود اس کے کہ ملتان میں آپ کے والد اور بھائی نہایت اچھے کاروبار پر فائز ہیں، اولاد ایک کارخانہ ”غوثیہ بیچنگ اینڈ ڈرائنگ ملز کے مالک ہیں۔ جس میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ مگر مذہب و ملت اور مسلک عقائد اہلسنت و جماعت کی خدمت کا جذبہ ایسا غالب آیا کہ کارخانہ چھوڑ کر دین و مذہب کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے ہیں۔ شب و روز ملک کے مختلف مقامات پر تشریف لے جا کر تقاریر فرماتے ہیں، اور دن بدن دائرہ تبلیغ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کی

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	کتاب التتویر فی خصائص السراج المنیر
مؤلف	حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی
ترجمین و اہتمام	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	محمد رب نواز سیالوی فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد
کتابت	محمد عاشق حسین ہاشمی
صفحات	200
اشاعت	جولائی 2004ء
تعداد	1100
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	75/- روپے

ملنے کا پتہ

(۱) حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی موبائل نمبر: 0300-6608706

(۲) نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

(۳) مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد فون: 626046



تقریریں اور مسکحتی اہلسنت کی آئینہ دار اور اصلاح اخلاق و عمل پر مشتمل ہوتی ہیں۔

”اللہ کرے زور یہاں اور زیادہ“

ماشاء اللہ جہاں آپ تقاریر کے ذریعے دین میں کی خدمت کر رہے ہیں وہاں آپ کو اللہ تعالیٰ نے تحریری طور پر بھی خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کی ایک کتاب ”بدر الکبریٰ“ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ جس میں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں جنگ بدر کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے۔ آپ کی دوسری تالیف ”کتاب التنبیہ فی خصائص السراج المنیر“ ہے جو حضور سید عالم نور محمد رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے خصائص و فضائل پر مشتمل ہے۔ بڑی پیاری کتاب ہے کیوں نہ جب کہ ذکر بڑے ہی پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انشاء اللہ اس کو کرمبارک سے اہل ایمان کے قلوب روشن و منور ہوں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے اور مولانا موصوف کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ میں مزید برکت فرمائے۔ آمین تم آمین بحرمہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندہ اشتم

محمد شفیع الخطیب الیڈاکاروی غفرلہ

صدر مرکزی جماعت اہلسنت کراچی

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۹۳ھ

## ماخذ

۲۲	دارقطنی	۱	قرآن مجید
۲۳	بلوغ المرام معہ حاشیہ مولوی عبدالقادر تھانی	۲	کنز الایمان
۲۴	ریاض الصالحین	۳	تفسیر کبیر
۲۵	کشف الغمہ	۴	روح المعانی
۲۶	سفر السعادت	۵	روح البیان
۲۷	الدر المنثور	۶	خازن
۲۸	عمدة القاری	۷	مظہری
۲۹	فتح الباری	۸	ابن کثیر
۳۰	مرقات	۹	معالم التنزیل
۳۱	اشواق المعات	۱۰	تفسیرات احمدیہ
۳۲	بنک المہمود	۱۱	تنویر المقیاس
۳۳	زرقانی	۱۲	عزیزی
۳۴	مواہب اللدنیہ	۱۳	نعمی
۳۵	خصائص کبریٰ	۱۴	تفہیم القرآن
۳۶	نسیم الریاض	۱۵	بخاری شریف
۳۷	جوہر البہار	۱۶	مسلم
۳۸	السان العیون	۱۷	ترمذی
۳۹	دلائل النبوت	۱۸	ابوداؤد
۴۰	سیرت نبویہ	۱۹	نسائی
۴۱	اشفا شریف	۲۰	ابن ماجہ
۴۲	شرح شفا علی قاری	۲۱	مشکوٰۃ



# فہرست

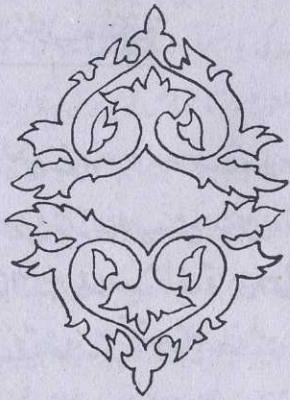
صفحہ	مضمون	نمبر شمارہ	صفحہ	مضمون	نمبر شمارہ
۵۴	شہادت شجر	۲۱		قسم اول	
۵۴	رسالت عامہ و نبوت تامہ	۲۲	۱۱	اول باعتبار تخلیق	۱
۵۶	تیسرے شہر و کلام و بقا کی قسم	۲۳	۱۵	تقدم نبوت	۲
۵۶	دو چیزوں کا اجتماع	۲۴	۱۸	میشاق میں اولیت	۳
۵۹	اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے محبت اور رحمت کو جمع فرمایا۔	۲۵	۲۰	تقدم اقرار ربوبیت	۴
۶۲	اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کلام اور روایت کو جمع فرمایا۔	۲۶	۲۳	حضور علیہ السلام کا ذکر آدم علیہ السلام کے بعد میں اذان میں ہوتا تھا۔	۵
۶۲	نزول اسرافیل	۲۷	۲۴	کتب سابقہ میں آپ کا اور آپ کی امت کا ذکر نہیں	۶
۶۳	شہنشاہ و دُوعام	۲۸	۲۷	شیاطین آسمانوں سے روک دیے گئے۔	۷
۶۶	آپ پر جمع امت پیش کی گئی۔	۲۹	۳۰	آپ کا شوق صمد ہوا۔	۸
۶۹	افضل الابدیاد	۳۰	۳۰	آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں۔	۹
۷۰	ایک اعتراض کا جواب	۳۱	۳۳	سرور کائنات کو کس حسن دیا گیا۔	۱۰
۷۱	افضل الملائکہ	۳۲		رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل بن کو اصلی صورت میں دیکھا۔	۱۱
۷۳	ملک الموت کا اجازت طلب کرنا۔	۳۳	۳۴	حضور علیہ السلام کے والدین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے۔	۱۲
۷۸	آپ کی قبر مبارک عرضش الہی سے افضل ہے۔	۳۴	۳۵	خدا تعالیٰ نے نبی پاک کی مخالفت کا ذمہ خود لیا ہے۔	۱۳
۸۰	قسم دوم				
۸۰	اشفاق قبر	۳۵			
۸۱	اولیت افاقہ	۳۶	۳۷	اسرے کا دلہا	۱۴
۸۲	ملائکہ کی معیت	۳۷	۳۹	ملائکہ کا آپ کی خدمت میں حاضر رہنا۔	۱۵
۸۵	شفاعت	۳۸	۴۰	آپ کو بے مثال قرآن بلا۔	۱۶
۹۲	نور مجسم	۳۹	۴۳	اشفاق القمر	۱۷
۹۴	عطائے کوثر	۴۰	۴۵	تسليم حجر	۱۸
	قسم سوم				
۹۷	نماز عصر کے بعد آپ کو نماز نفل جائز ہے۔	۴۱	۴۸	کھجور کی لکڑی کا گریہ	۱۹
				انگلیوں سے پانی کے چشمے	۲۰

۴۳	معارض النبوت	۶۳	مجموعۃ الفقائد	۶۶
۴۴	معارض النبوت	۶۷	شرح عقائد	۶۷
۴۵	نشر الطیب	۶۸	احسن القصص	۶۸
۴۶	الریاض النضرہ	۶۹	الامن والحسن	۶۹
۴۷	الیواقیت والحواہر	۷۰	فتاویٰ رضویہ	۷۰
۴۸	فتاویٰ مدنیہ	۷۱	بہار شریعت	۷۱
۴۹	احیاء العلوم	۷۲	معراج النبی	۷۲
۵۰	کیمیائے سعادت	۷۳	الصائم المسلول	۷۳
۵۱	الخیرات الحسان	۷۴	براہین قاطعہ	۷۴
۵۲	نوحۃ العباد	۷۵	مکالمۃ الصدیقین	۷۵
۵۳	نور ہمتہ الخاطر الفاطر	۷۶	تقویت الایمان	۷۶
۵۴	درۃ الناصحین	۷۷	منقح العلوم	۷۷
۵۵	نور ہمتہ المجالس	۷۸	جلال الانہام	۷۸
۵۶	انیس الارواح	۷۹	ملفوظات احمد علی	۷۹
۵۷	بہجت الاسرار	۸۰	امداد المشتاق	۸۰
۵۸	خرپوقی	۸۱	اشکر النعمۃ	۸۱
۵۹	تاریخ الخلفاء	۸۲	تخذیر الناس	۸۲
۶۰	شرح الصدور	۸۳	البصائر	۸۳
۶۱	دلائل الخیرات	۸۴	قصیدہ بردہ شریف	۸۴
۶۲	جذب القلوب	۸۵	مدائن بخشش	۸۵
۶۳	اخبار الاحیاء	۸۸	اسرار و رموز	۸۸
۶۴	الابیریز	۹۰	دیوان ظفر	۹۰
۶۵	نبراس	۹۱	اکرام محمدی	۹۱

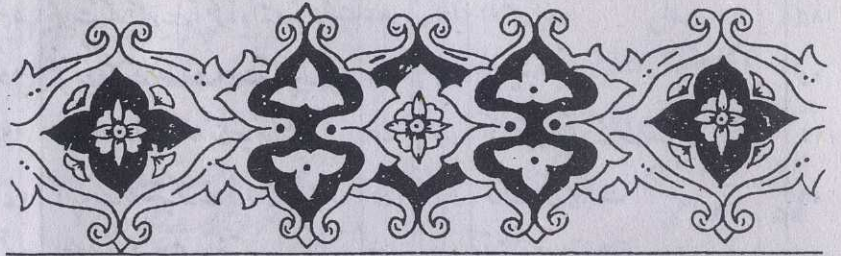


۴۴	۹۸	صغیرہ لڑکی کو آغوش میں لے کر نماز نہ پڑھنا
۴۵	۹۸	غائب کی نماز جنازہ پڑھنا
۴۶	۱۰۲	صوم وصال
۴۷	۱۰۴	آپ کو اجنبیہ کے ساتھ خلوت جائز تھی۔
۴۸	۱۰۵	چار سے زائد شادیاں
۴۹	۱۰۶	بغیر ولی اور گواہ کے نکاح۔
۵۰	۱۰۸	سہم صنفی
۵۱	۱۰۹	امت کی طرف سے قربانی
۵۲	۱۱۰	آپ کی بیٹو کو مرنے والے کا قتل جائز
۵۳		قسم چہارم
۵۴	۱۱۲	امتیازی شان
۵۵	۱۱۴	برزخی زندگی میں امتیاز
۵۶	۱۱۸	مومن کا فدیہ
۵۷	۱۱۹	یوم قیامت
۵۸	۱۱۹	و دخول جنت
۵۹	۱۲۲	یہ امت محبوب الانبیاء ہے۔
۶۰		قسم پنجم
۶۱	۱۲۶	نماز تہجد
۶۲	۱۲۷	فضائل نماز تہجد و قیام لیل
۶۳	۱۲۹	مشاورت باہل الرلے۔
۶۴	۱۳۱	ازواج مطہرات کو اختیار دینا
۶۵	۱۳۳	فجر کی دو رکعتیں
۶۶	۱۳۴	توکل
۶۷	۱۳۶	استغفار
۶۸	۱۳۷	پچاس نمازیں
۶۹		قسم ششم
۷۰	۱۴۰	تحريم صدقہ و زکوٰۃ
۷۱	۱۴۱	کتابت اور قرأت

۱۸۳	۱۰۰	۱۴۵	۹۳	نمازی پر ارشاد نبوی کی تعمیل واجب ہے
۱۸۴	۱۰۱	۱۴۶	۹۴	حجرات کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا حرام ہے
۱۸۵	۱۰۲	۱۴۹	۹۵	غزوہٴ عم کے فضائل امت کے لئے پاک ہیں۔
۱۸۷	۱۰۳	۱۴۳	۹۶	نبوت رسول پر تزویج جائز نہیں
۱۸۸	۱۰۴	۱۴۳	۹۷	آپ سے رشتہ کرنے والا جنتی ہے۔
۱۹۱	۱۰۵	۱۴۴	۹۸	احکام شریعت میں اختیار
۲۰۰	۱۰۶		۹۹	کمالِ نگاہِ نبوت







## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

علمائے ربانیہ نے امام الانبیاء حبیب کبریائے سرور کائنات فخر موجودات سلطان عرب و عجم صاحب التاج والمعراج رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، صاحب سوز و کوشش، مالک فتح و ظفر رسول الثقلین، نبی الہدیین امام القبلتین صاحب قاب قوسین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ نبی الوری نور خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو آٹھ اقسام پر تقسیم کیا ہے۔ میں اس کتاب میں ہر قسم پر مفصل بحث کروں گا۔ دَمًا تَوْفِيقًا اِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

قسم اول: اس قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائص بیان کئے جائیں گے، جن کا تعلق آپ کی دنیا کی زندگی کے ساتھ ہے۔

## قسم اول

### اول باعتبار تخلق

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تمام کائنات سے پہلے پیدا فرمایا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ كَمْ نَعَمَّتْ مِنْ النَّسْتَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَسْتُ أَعْلَمُ غَيْرَ أَنْ فِي الْجَبَابِ الرَّابِعَ نَجْمٌ يُطْلَعُ فِي كُلِّ سَبْعِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَابِعُهُ اثْنَتَيْ عَشْرِينَ أَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ ذَرْنِي وَمَا بَعْدَ ذَلِكَ أَتَى ذَلِكَ الْكُوكَبُ (سيرة عليہ ص ۳۶ ج ۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا اور فرمایا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تھے چنانچہ میں ایک ستارہ ستر ہزار برس کے بعد طلوع ہوتا تھا جس کو میں نے بہتر ہزار (۲۰۰۰) مرتبہ دیکھا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ جل جلالہ کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورانیت کے اعتبار سے پانچ ارب چار کروڑ سال رب قدوس کی بارگاہ میں موجود رہے اور کیا کرتے رہے اس کے متعلق علمائے کرام نے لکھا ہے۔ جب خلاق عالم کو آفرینش مخلوقات کا ظہور منظور ہوا تو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے نور فیض گنجور سے خطاب فرمایا كُنْ حَبِيبِي مُسْتَدًا يَعْنِي مِيرًا مَجْرُوبًا مَعْدًا جَابِ اس نور نے یہ خطاب رب ارباب سنا، فوراً بصورتِ انسانی کے بند ہوا اور محرابِ عظمت تک پہنچ کر سجدہ ریز ہوا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ ارشاد باری تعالیٰ، وَالْاَجْرُ لِكَذَلِكَ خَلَقْتُكَ وَنَعَيْتُكَ مُسْتَدًا يَعْنِي اِسِي لِيْلِي فِي تَحِيَّةٍ مَعْدًا مَعْدًا رَكْعًا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورانیت کے اعتبار سے مذکورہ مدت میں رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے رہے اور خدا کی عبادت میں مصروف



رہے، اب ذرا غور کیجئے کہ اتنی عبادت کون کون کر سکتا ہے، ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا انسان خواہ نبی ہو یا ولی غوث ہو یا قلب مفسر ہو یا محدث، مقرر ہو یا واعظ، مدرس ہو یا مصنف، مجاہد ہو یا مابہ، زاہد ہو یا متقی، اتنی عبادت نہیں کر سکتا۔ اب ذرا بانی مدرسہ دیوبند کی بانسری کی آواز بھی سنئے، لکھتے ہیں،

”انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو معلوم ہی سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تخصیر الناس مفسرہ)

جس مدرسہ کے بانی کا مبلغ علم اتنا ہو کہ یہ بھی پتہ نہ ہو کہ نبی کے ایک سجدہ کا مقابلہ ساری امت کی روز و شب کی عبادت نہیں کر سکتی اس مدرسہ سے پڑھ کر فارغ ہونے والوں کے علم کا اندازہ آپ خود فرمائیں۔

امت مسلمہ میں سب سے زیادہ عبادت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے جن کی ایک فاروالی نیکی کے بدلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی بھر کی نیکیوں کا سرمایہ دینے کو تیار ہیں۔ حالانکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیک اعمال کا نقشہ یہ ہے کہ آپ کے اسلام لانے پر تمام اہل ایمان کو سب کے سامنے خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی جرات اور ہمت ہوئی۔ آپ کی طفیل تمام مسلمانوں نے اس بیت اللہ میں نماز ادا کی جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ملتا ہے۔ چونکہ آپ اس نیک عمل کے محرک ہوئے، لہذا اَللّٰہُ عَلٰی الْخَيْرِ كَفَّاعًا عَلَیْہِ نِیْکِی پر دلالت کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے کہ تحت آپ کو اس وقت کے تمام مسلمانوں کے برابر عبادت کا ثواب ملا، علاوہ انہیں اسلام لانے کے بعد آپ نے ہجرت کی، اپنے دور خلافت میں آپ نے چار ہزار گجر جاہر باد کے اور چار ہزار مساجد تعمیر کروائیں، اٹھارہ لاکھوں کو کلمہ پڑھایا، بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس لاکھ مربع میل میں آپ نے اسلام پھیلایا، آپ کے زمانے میں شام، عراق، مصر، خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان فارس کرمان، خراسان اور مکران فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بنے، جس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات کی عبادت کے عوض فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام مذکورہ نیکیوں کو دینے کے لیے تیار ہیں، اس جانشین مصطفیٰ امی پوری زندگی کی عبادت کا کتنا ثواب ہوگا۔ اس کثرت عبادت کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عرض

نہیں کی کہ میں آپ سے عبادت میں بڑھ گیا ہوں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعمال میں حضور علیہ السلام سے نہیں بڑھ سکتے تو اور کسی کا ذکر ہی کیا۔ لہذا قاسم نانوتوی کی یہ عبارت اس کے اجہل ہونے کی بین دلیل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي وَقَبْلَ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ اَلْفَ عَامًا (سیرت جلیبہ صفحہ ۳۶ جلد ۱)

ترجمہ: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں، پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جائے (نشر العلیب ۹) حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

بَلَسَ قَسَمًا اَنْتَمَ اللهُ تَعَالَى بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفِ عَامٍ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ لَكَيِّنَ الْمُؤْمِلِيْنَ (الشفاء بتبریغ حقوق المصطلح منہ جلد ۱)

ترجمہ: یس ایک قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے یاد فرمائی، کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تو مسلمانوں میں سے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک کی بارگاہ میں عسرن کی، یا رسول اللہ میرے مال باپ آپ پر نذر ہوں۔

اَخْبَرَنِي عَنْ اَبِي ذَرٍّ شَيْئًا خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَى قَبْلَ الْاَشْيَاءِ قَالَ يَا جَابِرُ اِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُورًا يَنْبِتُكَ مِنْ نُورِهِ (سیرت جلیبہ صفحہ ۳۶ جلد ۱)

ترجمہ: فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا، آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، زمین و آسمان



بلکہ اٹھارہ ہزار مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اپنے محبوب کے نوری وجود کو اپنے ذاتی نور سے پیدا فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عرش بریں کو پیدا فرمایا تو اس پر نور سے لالا اللہ محمد رسول اللہ لکھا، تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ سابق عرش پر شجر طوبی کے پتوں پر، سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان وغنیکہ ہر جگہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسم اللہ کے ساتھ بلا ہوا ہے۔ رب کی بارگاہ میں عرض کی الہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ خدا تعالیٰ نے جواب ارشاد فرمایا کہ یہ تیرا وہ فرزند ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی، یا اللہ اس فرزند کے صدقے اس کے اس باپ پر رحم فرما اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا آدَمُ كُونَتْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ هَذِهِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَاتِ وَالْأَزْوَاجِ وَالْأَنْفُسِ  
لَشَفْعَاكَ (سیرت نبویہ جلد ۱، جواہر البیاری ص ۳۰۵ جلد ۱)

ترجمہ: اے آدم! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت قبول فرماتے۔

آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیت علیہ السلام سے فرمایا اے میرے پیارے فرزند تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے، خلافت میں تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا جب تو اللہ کا ذکر کرے تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بھی رطب اللسان رہنا اسلئے کہ میں نے اس وقت ان کا نام سابق عرش پر لکھا دیکھا جب کہ میں روح اور مٹی کی درمیانی منزل میں تھا، پھر میں نے آسمانوں کا طواف کیا، میں نے آسمانوں کی کوئی ایسی جگہ نہ دیکھی جہاں آپ کا نام مبارک تحریر نہ ہو۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے جنت میں ٹھہرایا وہاں میں نے جنت کے محلات پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا دیکھا، علاوہ ازیں حور و کے سینوں پر فرشتوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان درخت طوبی اور سدرہ کے پتوں پر اس نام اقدس کو لکھا دیکھا۔ اے میرے فرزند تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کر اس لیے کہ فرشتے اپنے اکثر اوقات میں آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ (نصائے کبریٰ ص ۱ جلد ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کثرت سے کرنا سنت ملائکہ اور سنت حضرت شیت علیہ السلام ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت مفضل میلاد منعقد کر کے آپ کا ذکر خیر کر کے ملائکہ اور خدا کے پیغمبر حضرت شیت علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں، لیکن بعض لوگ

ایسی ذکر کی محافل کے انعقاد سے تقریراً اور تحریراً روکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انیسوی نے لکھا ہے۔

”پس ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔“ (براہین قاطعہ ص ۱۵۲)

اس عبادت پر غور کیجئے کہ حضور علیہ السلام کی محفل میلاد کو کنھیا کی ولادت کے سانگ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اور ذکر مصطفیٰ کو روکنے کی ناکام کوشش کر کے عداوت مصطفیٰ کا اظہار کیا جا رہا ہے، ایسے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نالائق اولاد ہیں جو آپ کی وصیت سے سبق حاصل نہیں کرتے، بلکہ ذکر مصطفیٰ کی مجالس کو ناجائز قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتے ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کو خصوصیت کے ساتھ وصیت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اس کے محبوب کا ذکر ضرور کرنا لہذا جو محفل میلاد یا ذکر مصطفیٰ کی دوسری محافل کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ وہ اپنی حماقت، جہالت، عداوت، ضلالت اور شقاوت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ایسے لوگ رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلانے کے حقدار نہیں۔

ذکر روکے فضل کاٹے، نقص کا جو یاں رہے  
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی،

## تقدیم نبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بارگاہ نبوت میں عرض کی يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنِيَّ وَجِبَّتْ لَكَ النَّبِيُّتُ قَالَ يَا آدَمُ بَيْنَ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَاتِ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: یا رسول اللہ نبوت کے لیے آپ کس وقت نامزد ہوئے؟ فرمایا اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے یعنی ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت مکمل طور پر نہ



اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھائے کنایت از سبق و تقدم است (اشعة اللمعات صفحہ ۴۴۲ جلد ۴) یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے صفت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت عراب بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **إِنِّي عُذْتُ بِاللَّهِ مَلَكُوتَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ أَدَمَ كُنْتُ جَدِّكَ فِي طَيْبَتِهِمْ (شكوة بانفصال سيلاسين)** ترجمہ: خداوند تعالیٰ کے ہاں میں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے یعنی آدم علیہ السلام کا پتلا بھی ابھی تیار نہ ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور روحوں میں حضور علیہ السلام کے بدن سے پہلے ان کی نبوت کا اظہار فرمایا جیسے کہ واروہے کہ حضور علیہ السلام کا نام مبارک عرش الہی پر، آسمانوں پر، سورتوں کے سینوں پر، جنت کے محلات پر فرشتوں کے ابروؤں کے درمیان اور جنتی درخت طوبی کے پتوں پر لکھا ہوا ہے، و بعضے از عرفا گفته اند کہ روح شریف و صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح می کو چنانچہ دین عالم بہ جسد شریف مرتبی اجساد بود۔ (اشعة اللمعات صفحہ ۴۲۴ جلد ۴)

اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک عالم ارواح میں نبی تھی اور وہاں روحوں کی تربیت کرتی تھی، جیسے کہ دنیا میں آپ نے بہ نفس نفیس اجسام کی تربیت فرمائی۔

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے صفت نبوت سے متصف ہونے کی خبر دی۔ (جوہر البحار ص ۱۱۱) چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ **كُنْتُ نَبِيًّا قَدْ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِينِ** یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کی درمیانی منازل طے فرما رہے تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنی نبوت کا مکہ میں اعلان فرمایا تو میں ملک شام کی طرف گیا جب میں بصری میں پہنچا تو میرے

پاس نصرانیوں کی ایک جماعت آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تو مکہ کا رہنے والا ہے، میں نے کہا ہاں، پھر ان میسائیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے مکہ مغنمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے جواب دیا ہاں، میں اس کو جانتا ہوں، پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک ایسے گرجا میں لے گئے جس میں بہت سی تصاویر تھیں، مجھ سے انہوں نے کہا کیا ان تصویروں میں تجھے اس نبی کی تصویر نظر آتی ہے میں نے دیکھ کر کہا ان میں تو اس کی تصویر نہیں ہے۔ پھر مجھے انہوں نے ایک ایسے گرجا میں داخل کیا جو پہلے سے بڑا تھا اور اس میں پہلے گرجا سے زیادہ تصاویر و تماثیل تھیں انہوں نے پوچھا کیا ان تصویروں میں تجھے اس نبی کی تصویر نظر آ رہی ہے کہ ان کے پیچھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہوں نے امام الانبیاء کا دامن پکڑا ہوا ہے میں نے ان سے کہا ہاں میں نے نبی مکرم کی تصویر کو دیکھا ہے لیکن پہلے تم بتاؤ انہوں نے حبیب خدا کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا اس نبی کی تصویر یہ نہیں ہے میں نے کہا ہاں یہی ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو بھی پہچانتے ہو، میں نے کہا ہاں ان کو بھی پہچانتا ہوں اس پر ان نصرانیوں نے کہا **تَاللَّهِ لَوْ اَنَّكَ تَشْفِقُ عَلٰنَ هٰذَا مَا جِئْتُمْ بِهٰذَا الْخَلِيفَةَ مِنْ بَنِي اِسْرٰءِیْلَ**۔

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ہم کو اسی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے پیغمبر ہیں اور یہ (صدیق اکبر) ان کے بعد خلیفہ ہیں۔ (دلائل النبوت ص ۱۰۱، الریاض النضرہ ص ۱۰۱ جلد ۱)

اس واقعہ سے جہاں تقدم نبوت نبی الوری کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابو بکر ہوں گے ذرا ان لوگوں کو غور و فکر کرنا چاہیے جو اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہلاتے ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں جن کی تقریروں اور تحریروں کا طول و عرض یہ ہے کہ کسی طرح اصحاب ثلاثہ کا رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دیا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایمان و اسلام ہو یا ہجرت و جہاد، جنگ ہو یا صلح و عتق تبلیغ ہو یا عمل و اعانت اطمینان و سکینہ ہو یا انقباض و عسرت و کد ہو یا سکھ، رحمت ہو یا زحمت، سفر ہو یا حضر اور دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ حضور علیہ السلام کے صحابہ آپ کے ساتھ رہے خصوصاً حضرت صدیق اکبر، میں نے غور سے دیکھا تو مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کے لیے حال میں نظر آئی







حضور علیہ السلام کا زمانہ پائیں تو ایمان لائیں شبِ معراج میں سارے انبیاء کرام نے اس اقرار نامے کو ثابت کر دیا کہ سب نے مقتدی بن کمریت المقدس کی زین میں امام الانبیاء کے پیچھے نماز ادا کی۔  
نماز اسرائی میں تھا یہی ستر عیال ہوں معنی اول آخر  
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر کے تھے!

## تقدم اقرار ربوبیت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بُنَيِّ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ (تسراں حکیم)

ترجمہ: اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، بولے کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روزِ انزال حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر اپنا بید قدرت پھیر کر ان کی تمام اولاد کی رحوں کو نکالا ان رحوں کو بولنے کی قوت دی گئی ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اس عہد پر زمین و آسمان گواہ بنائے گئے، عہد یہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی رب نہیں ہے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ میں تمہارے پاس پیغمبر بھیجوں گا تاکہ وہ تم کو عہد اور میثاق یاد دلاؤں، میں کتابیں بھیجوں گا اور تمہارا نے کہا تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں، خدا کی اطاعت کا اقرار کیا، حضرت آدم علیہ السلام ان کے سامنے لائے گئے حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی ان میں فیتر ہے اور کوئی غنی، عرض کی!

یا اللہ تو نے سب کو برابر ہی بنا دیا ارشاد ہوا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ صابر کون ہے اور شاکر کون، انبیاء کرام ان لوگوں میں روشن چراغ کی مثل تھے۔ (تفسیر مظہری ص ۲۲ تفسیر ابن کثیر پارہ ۹ ص ۲۲)

اس عہد و پیمان میں سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی روح مقدس نے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱ جلد ۱)

إِنَّهُ مَنَّكَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ بَلَىٰ يَوْمَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (جو اہل بھار ص ۱)

ترجمہ :- روزِ اول الت بر حکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ نے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔  
إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ عَلَيْهِ الْبَيْتَانَ يَوْمَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَإِنَّهُ أَوَّلَ مَنْ قَالَ بَلَىٰ.  
(سیرت جلیبہ صفحہ ۳۲ جلد ۳)

ترجمہ: آپ سب سے پہلے ہیں جن پر اس ت بر حکم کے دن عہد لیا گیا اور آپ نے سب سے پہلے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔  
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ لَكَ إِنَّ كُنْتَ اتَّخَذْتَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيْلًا فَقَدْ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ مَعْلَى مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأَكْرَمِ فَهْمِكُمْ كَمَا أَمْسَكَ وَ مَنَعْتُ لَكَ عِنْدِي ذِكْرًا لَكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا (سیرت نبویہ ص ۲۸۹ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، عرض کی آپ کا رب آپ سے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھے میں نے حبیب کے مرتبے پر فائز کیا اور میں نے اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ محترم کسی کو پیدا نہیں کیا اور میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ تیری میرے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے اور اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ :-

أَمِنْ مَعْتَدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَرَّ أَمْتِكَ أَنْ يُدْعَىٰ بِهَذَا فَكُلُّكَ مَحْسَدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْحَيَّةَ وَلَا النَّارَ لَقَدْ خَلَقْتُ الْحَدِيثَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَّ بِكَ كُنْتُ عَلَيْهِ كَاللَّهِ إِلَّا اللَّهُ مَحْسَدٌ وَشَوَّلَ اللَّهُ نَسْكَكَ (سیرت نبویہ ص ۱۳۲ جلد ۱)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا اور اپنی امت سے بھی کہہ کہ وہ بھی ان پر ایمان لائیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم، حبت اور رزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرض کو پانی پر پیدا فرمایا تو اس میں اضطراب پیدا ہوا میں نے اس پر لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا







## کتاب سابقہ میں آپکا اور آپکی امت کا ذکر خیر

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے چار کتابیں نازل کی ہیں، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور آخری کتاب قرآن مجید آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان تمام کتابوں میں امام الانبیاء اور ان کے خلفاء کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ

حضرت وہب بن جبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ اے داؤد تیرے بعد ایک نبی ہو گا جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ میں اس سے کبھی ناراض نہ ہوں گا، اور میں نے اس کے سبب اس کے اگلے پہلے لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دیا، اور اس کی امت پر میری رحمت ہوگی، میں اس کی امت کو نازل پڑنے کا ثواب نبیوں کی مثل دوں گا، اور میں ان پر وہ عبادت فرض کروں گا جو انبیاء کرام پر فرض کی تھی کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گے، کہ ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہو گا۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے ہر نماز کے وقت طہارت ان پر فرض کر دی ہے۔ جیسے کہ ان سے پہلے نبیوں پر فرض کی تھی اور میں نے ان کو غسل جنابت کا حکم دیا، اے داؤد (علیہ السلام) میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو تمام امم سابقہ پر فضیلت دی اور میں نے ان کو چھ فضائل عطا کئے جو پہلے کسی امت کو عطا نہ ہوئے۔ میں خطا اور نسیان پر ان کی پکڑ نہ کروں گا اور اس گناہ پر جو قصداً کیا گیا ہو، مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو میں معاف کر دوں گا۔ اور اپنی آخرت کے لئے جو نیکی خوشی سے آگے بھیجیں گے، میں اس نیکی کو کسی گناہ زیادہ کر دوں گا اور ان میں سے جو مصائب پر صبر کا مظاہرہ کریں گے اور استرجاع کریں گے، ان پر رحمت ہوگی، ان کو جنت کا راستہ دکھاؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں قبول کر دوں گا اور اس قبولیت کی تین صورتیں ہوں گی یا تو جو مانگیں گے فوراً عطا ہوگا

یا اس دعا کے بدلے آنے والی مصیبت ٹال دوں گا، یا اس دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دوں گا۔ اور اے داؤد امت محمدیہ میں سے جو صدق دل سے میری توحید کی گواہی دے گا، وہ میری جنت میں میرے ساتھ ہوگا، اور وہ میرے انعامات کا مستحق ہوگا اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی احادیث اور میری کتاب کو جھٹلایا اُسے قبر میں سخت عذاب دوں گا اور فرشتے اس کو ماریں گے پھر میں اس کو جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں داخل کر دوں گا۔ (روح المعانی ص ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ذَمُّنَهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ.

ترجمہ: یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِي يَجِدُ ذُنُوبًا مَّكَتُوبًا عِنْدَ هُمْ فِي التَّوْرَةِ وَآيَاتٍ يُنصِّلُ.

ترجمہ: جس کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا کہ میں نے نبی پاک کے زمانے میں مدینے میں دودھ بیچنے گیا، فردخت سے فراغت کے بعد میرے دل میں حضور علیہ السلام کی باتیں سننے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ میں آپ سے ملنے گیا، میں نے دیکھا کہ آپ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی بیچنے ہویا یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات کا عالم تھا۔ اس کا لڑکا قریب المرگ تھا وہ اس کے پاس تعزیت نفس کی خاطر تورات پڑھ رہا تھا، آپ نے اس یہودی سے دریافت کیا کہ تمہیں تورات دینے والے کی قسم سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بشت کی خبر ہے یا نہیں اس نے کہا نہیں اس پر قریب المرگ نوجوان نے کہا: تورات نازل کرنے والے کی قسم ہم اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اور بشت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جب وہ مر گیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو پھر آپ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا۔

ابن کثیر ص ۲۹، منظر ص ۱۲۱

حضرت عطار بن یسار عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے اور کہا کہ







سینہ چاک کیا۔ آپ کا شوق صدرتین مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ حضرت سلیمان کے ہاں دوسری مرتبہ بشت کے وقت اور تیسری مرتبہ شب معراج۔ لیکن نے چار مرتبہ کا قول بھی کیا ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شکاف دیا اور اس سے خون کا ایک قطرہ نکال کر باہر پھینک دیا۔

اس حدیث کو کھنے کے بعد غزالی زماں رازمی دوران بہت ہی وقت میں غم اسلام فقہ شہیر محدث کبیر شیخ النقیہ حضرت علامہ مولانا احمد سعید کانپلی وامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ شوق صدر میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں جن میں ایک حکمت یہ ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سموات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الہی سے مشرف ہونے میں کوئی وقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

علاوہ ازیں دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کچھ نالائق اور ننگ ملت اسلامیہ ایسے پیدا ہوں گے جو اپنی نام کی تقویت الایمان جو حقیقت میں تقویت الایمان ہے میں لکھیں گے کہ نبی معاذ اللہ مرکز مٹی میں مل چکا ہے۔

چنانچہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے مذکورہ کتاب کے صفحہ پر حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بہتان عظیم باندھا کہ گویا حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں بیٹنے والا ہوں۔

اس عبارت پر غور کر دیکھ اسماعیل کی دیدہ دہنی اور ذہنی تباہت کا پتہ پڑے۔

چنانچہ مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا نقشہ کھینچا اور فرمایا: سے

نجد یا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیسری  
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیسری  
خاک منہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر  
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیسری

اس عبارت میں حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخ کا انکار کیا گیا ہے۔ حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شق صدر فرما کر خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا رد فرمایا اور حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر ایک زبردست دلیل قائم فرمادی وہ اس طرح کہ عادت بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، یہوں کہ روح کا مرکز انسان کا دل ہے لہذا جب بھی انسان کا دل اس کے سینے سے باہر نکال دیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول پاک کا قلب انور سینے سے باہر نکالا گیا پھر اسے شکاف دیا گیا اور وہ منجمد خون کا قطرہ اجوتسمانی اعتبار سے دل کے لئے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا اس کے باوجود بھی آپ پر تیرہ زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور زندہ ہیں کیوں کہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر آجائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

سے کون کہتا ہے کہ مرکز دل کے منی میں آپ  
ہوئیں پر وہ بھی ہر سو جھلکے کر یا مصطفیٰ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

شق صدر میں تیسری حکمت یہ تھی کہ حضور اسلام کی نورانیت ثابت کی جائے وہ اس طرح کہ شوق صدر کے وقت کسی آلے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی خون بہا، چنانچہ سید عبد العزیز دباغ مصری فرماتے ہیں:۔ وَالشَّقُّ دَخَّ مِنْ غَيْرِ آكَةِ دَمٍ غَيْرِ دَمٍ (الابریز ص ۱۹۸ جواہر البحار ص ۲۵۳) ترجمہ:۔ اور شوق صبر کسی آلے کے بغیر وقوع پذیر ہوا اور خون بھی نہ بہا۔

اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَلَمٌ يَكْتُبُ الشَّقَّ بِآكَةِ دَمٍ يَكْتُبُ الدَّمَ (تفسیر روح البیان ص ۱۵ جلد ۵)

ترجمہ: شوق صدر کسی آلے سے نہ ہوا اور نہ اسے شکاف سے خون بہا۔

آپ کا شوق صدر ہونا اور اس میں کسی آلے کی ضرورت محسوس نہ ہونا اور خون کا نہ بہنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا کیوں کہ بشریت نہ ہوتی تو شوق صدر کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی دیکار



ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا، جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہٴ اُحمدیں)، تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا۔  
اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ القدر شق صدر میں)، تو وہاں نورانیت غالب تھی۔ (معراج النبی ص ۳)

## آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں لکھا دیکھا کہ  
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يُطْبِعْ صَبِيحَ النَّاسِ مِنْ بَدَأَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَىٰ إِيْتِمَائِهِمْ مِنَ الْعَقْلِ فِي حَيْثُ عَقِلِهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَحَبِيَّةٍ بَيْنَ يَدَيْهَا مَالِ الدُّنْيَا.

(سیرۃ علیہ ص ۳۸۱، شفا ص ۴، جواہر البحار ص ۸۴، مدارج النبوت ص ۲۴، خالص کبری ص ۱۶۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہا تک تمام انسانوں کو حضور علیہ السلام  
کے مقابلے میں صرف اتنی عقل دی ہے جتنا کہ ایک دانہ تمام دنیا کی ریت کے سامنے۔

علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

كَانَ أَرْجَحَ النَّاسِ عَقْلًا وَالْعَقْلُ مَا شَاءَ جُرْيُ تِسْعَةٍ وَكَيْتَعُونَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَجُرْيُ فِي مَسَائِرِ النَّاسِ - (السان العيون فی سیرت الامین والمامون ص ۳۸۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ تھے اور عقل کے سوچتے ہیں ننانوے جتنے صرف  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ایک حصہ تمام لوگوں میں۔

## سرور کائنات کو کل حسن دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کو کل حسن دیا گیا اور یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا۔ چنانچہ علامہ

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

وَنَبَيْتَنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْقَىٰ مِنَ الْجَبَالِ مَا لَمْ يُؤْتَهُ أَحَدٌ وَلَمْ يُؤْتِ

يُؤْتُهُ إِلَّا شَطْرَ الْفَعْنِ وَأَوْقَىٰ بَيْنَنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعَةً.

ترجمہ: اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی کو نہ ملا،  
یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا اور ہمارے نبی کو اس حسن کا کل عطا ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَقُمْ مَعَ سَمْسِينَ قَطْرًا إِلَّا عَلَبَ صَوْرُهُ فَصَوَّرَ الْمُتَمَسِّينَ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ مِرْكَاهٍ قَطْرًا إِلَّا عَلَبَ صَوْرُهُ صَوْرُهُ  
الْبُرَاجِ - (سیرت حلبیہ صفحہ ۳ جلد ۳)

ترجمہ: حضور علیہ السلام سورج کے سامنے کبھی کھڑے نہیں ہوئے مگر حضور علیہ السلام کی روشنی  
سورج کی روشنی پر غالب ہو جاتی تھی، اسی طرح چراغ کے سامنے بھی حضور کبھی کھڑے نہیں ہوئے  
مگر چراغ کی روشنی پر بھی حضور علیہ السلام کی روشنی غالب رہتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ النَّهْمُ نَجْرًا فِي وَجْهِهِ.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کبھی کو حسین و جمیل نہ دیکھا یوں معلوم ہوتا  
تھا کہ آفتاب آپ کے چہرے پر سیر کر رہا ہے۔ (جواہر البحار ص ۶، سیرت حلبیہ ص ۳۱۶)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے  
حضور علیہ السلام کے حسن و جمال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

يَتَلَاؤُا دَجَنًّا سَلَا لَوْلَا الْقَتِيرُ لَيْسَلَةَ الْبَنْدَرِ (جواہر البحار صفحہ ۵ جلد ۲)

ترجمہ: آپ کا چہرہ بچہ ہو جی رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت حلیمہ سعیدیہ فرماتی ہیں۔

مَا كُنْتُ تَخْتَابُ إِلَى الْبُرَاجِ مِنْ يَوْمِ أَخَذْتَ الْإِنَّا نُوْدُ دَجَنِّهِ كَانَ أَثْوَرًا مِنَ الْبُرَاجِ فَإِذَا  
اخْتَبْنَا إِلَى الْبُرَاجِ فِي مَكَانٍ جَمْنَا بِهِ فَتَنَوْرَتْ الْأَمْكِنَةُ بِبُرْكَتِهِ.

ترجمہ: جب سے سرور کو نبین ہمارے ہاں جلوہ فگن ہوئے ہیں، ہمیں چراغ کی ضرورت محسوس  
نہیں ہوئی، کیوں کہ ان کا چہرہ چراغ سے زیادہ روشن تھا جب مکان کے کبھی جتنے میں ہمیں چراغ کی  
ضرورت محسوس ہوتی، ہم آپ کو وہاں لے جاتے آپ کی برکت سے وہ جگہ بقو نور بن جاتی۔



دئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت  
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہؓ پر

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ: لَمْ يَطْفُرْ لَنَا نَمَامُ حُسَيْنٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا  
نَمَامُ حُسَيْنٍ لَمَا أَطَاقَتْ أَعْيُنُنَا رُؤْيِيَهُ. (جوہر البصار صفحہ ۲ جلد ۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا سارا حسن و جمال ہمارے لیے ظاہر نہ ہوا اگر سارا حسن ظاہر ہو جاتا  
ہماری آنکھیں آپ کا دیدار نہ کر پاتیں۔

۱ اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو  
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشا لی ہو!

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نورانی چہرہ حلیمہ سعیدیہ کے تاریک گھر  
کو منور کر دیتا تھا اور اتنا نور آپ کے چہرے پر تھا کہ اس نور کی روشنی آفتاب کی روشنی پر  
غالب آجاتی اور آپ کا سایہ پیدا نہ کر سکتی تھیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے  
کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ نبی پاک میرے گھر میں رات کو نماز پڑھتے، چراغ نہ ہونے کی  
بنا پر اندھرا ہوتا تھا۔

علمائے ربانیوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے نور مبارک کے ظہور  
کی نفی ہے نور اقدس کے وجود کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، اس حدیث میں نور اقدس کے عدم ظہور  
سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ اگر نمازی پوری طرح مطمئن ہے تو اندھیرے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔  
اگر یہاں پر حضور کے نور کا ظہور ہو جاتا تو تاریکی میں نماز پڑھنے کا جواز کیسے ثابت ہوتا۔ جہاں  
حضور علیہ السلام کی موجودگی کے باوجود تاریکی ہو وہاں حضور سرور کونین کے نور کا عدم ظہور  
ہوگا۔ جب کبھی آپ کے نور کا ظہور ہوا تو کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضیی النبی المظلم  
من نورہ۔ یعنی حضور علیہ السلام تاریک گھر کو روشن فرمادیتے تھے۔

۲ شش جہت روشن نہ تاب روئے تو  
ترک نہ تاجیک و عرب ہندوئے تو

## رسول مکرم نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جبریل امین سے فرمایا کہ اے جبریل میں تجھے اس اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں جس شکل میں تو  
آسمان پر ہوتا ہے۔ عرض کی کیا آپ برداشت کر سکیں گے، آپ نے فرمایا ہاں جبریل نے عرض  
کی وہ صورت میں کس جگہ امتیاز کر دل، آپ نے فرمایا بطح میں۔ جبریل نے کہا میں وہاں نہیں سما  
سکتا آپ نے فرمایا تو پھر منیٰ میں، عرض کی وہاں بھی نہیں سما سکتا۔ آپ نے فرمایا میدان عرفات  
میں عرض کی گئی وہاں بھی نہیں سما سکتا، آخر حضور علیہ السلام نے فرمایا حراء کے پاس، جبریل نے  
عرض کی ہاں حراء کی بنیادیں اس امر کی مقل ہو سکتی ہیں کہ میں وہاں اپنی آسمانی صورت میں ظاہر  
ہو سکوں چنانچہ حضور علیہ السلام حراء کے پاس گئے، تو آپ نے جبریل امین کو دیکھا کہ مشرق و مغرب  
کا درمیانی حصہ اس کے وجود سے بھرا ہوا ہے اس کا سر آسمان میں اور قدم زمین پر ہیں۔

(تفسیر منہجی صفحہ ۲۱۰ جلد ۱)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اس اثنا میں کہ میں چلا جا رہا تھا میں نے آسمان سے ایک  
آواز سنی، میں نے اپنے سر کو اٹھا کر دیکھا تو مجھے وہی فرشتہ نظر آیا جو حراء میں میرے پاس آیا تھا  
وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مرعوب ہو گیا میں وہاں  
سے واپس ہوا۔ پس میں نے گھڑا کر کہا مجھے چادر اٹھا دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ  
قُمْ فَأَنْذِرْ (بخاری شریف ص ۱)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

لَمْ يَرَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَوْرَثِهِ الَّتِي حَقَّقَ عَلَيْهَا جِبْرَائِيلُ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے نہیں دیکھا جبریل امین کو اس صورت پر جس پر کہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ مگر

دو مرتبہ۔ (عمدة القاری، ص ۲۹۱ ج ۱)



جبریل امین حضور علیہ السلام کے پاس تشریف لاتے تو حضرت وجیہ کلبی صحابی رسول کی شکل اختیار کر کے آتے اور اسی طرح جب دوسرے نبیوں اور رسولوں کے پاس آتے تو کسی نہ کبھی انسان کی شکل میں آتے تھے، کبھی پیغمبر کے پاس اصل شکل میں نہیں آئے اور نہ ہی کسی نبی نے ان کو آسمانی شکل میں دیکھا یہ صرف سرکارِ دو عالم ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ آپ نے اس نوریوں کے سردار کو دوسرے تہہ اصلی شکل میں دیکھا۔ ویسے جبریل امین آپ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ تشریف لائے اور کیوں آئے اس کی وجہ مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے۔ کہ سے

بے لقلے یاران کو چین آجاتا اگر  
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

(دوقی لغت)

**حضور علیہ السلام کے والدین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے**

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرایا اور مجھے عقبۃ الجحون کے پاس ایسے حال میں لے گئے کہ آپ روہے تھے اندھ گیس اور غناک تھے پھر ایسے حال میں پٹ آئے کہ آپ تسبم فرما رہے تھے اور خوش تھے میں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا اور میں نے یہ چاہا کہ خدا تعالیٰ ان کو زندہ فرما دے، چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر خدا نے ان کو دوبارہ موت کی نیند سلا دیا۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۰۸ جلد ۲)

علامہ یوسف بن اسماعیل نہبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحْيَا كَمَا فِي مَنَاسِكَهِ يَعْنِي اللَّهُ تَعَالَى نَعَى أَبِيكَ وَالِدِينَكَ كَوَزْنِهِ فَرَمَا أَوْ رَوَهُ وَرَوَى  
أَبِيكَ بِرَأْيَانٍ لَأَنَّ . (جواہر البحار صفحہ ۲۰۲)

علامہ عبدالوہاب شونانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :-

تَدَدَّ فِي الْمَكِّيَّةِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحْيَا أَبَوَيْكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آمَنَّا بِهِ . يَعْنِي حَدِيثُ  
پاک میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔

(الہیوا قیبت و الجواہر ص ۲۰۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی مصلحت سے روا فرمایا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آپ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم ہے کل خدا نے مجھے کس کرامت سے مخصوص فرمایا، انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں نے نہیں سنا فرمایا کل میں نے مجلس کی اور اپنے ماں باپ کے لیے مغفرت کی دعا کی، خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو میری دعائیت اور تیری نبوت پر ایمان نہیں لاتا اور تجوں کو باطل نہیں کہتا اس کو بہشت میں داخل نہ کروں گا۔ تم فلاں گھاٹی پر جاؤ اپنے ماں باپ کو آواز دو وہ زندہ ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے تم ان کو اسلام کی دعوت دینا وہ تم پر ایمان لائیں گے، چنانچہ میں نے ایک بلندی پر جا کر آواز دی۔ اے ماں باپ وہ زمین سے زندہ ہو کر باہر نکلے اور مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔ (اخبار الاخبار ص ۲۸۵)

**خدا تعالیٰ نے نبی پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا**

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی حفاظت کیا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ **إِنَّ اللَّهَ يَحْفَظُكَ مِنَ النَّاسِ** اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے پہلے گا تو آپ نے حفاظت کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ تم چل جاؤ اب میرے اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ کر لیا ہے۔ (شفائ شریف ص ۲۲۸ جلد ۱)

جب سورۃ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام حبیل ایک بڑا بہتر لے کر حضور علیہ السلام کو مارنے کے لیے آئی، آپ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ وہ ان دونوں کے پاس آئی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ



نے اس کو آتے دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ یہ عورت بڑی بے حیا کسٹراخ اور بے ادب ہے اگر آپ یہاں سے اٹھ جائیں تو بہتر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ اتنے میں ام جمیل بھی قریب آگئی اس نے اگر کہا اسے ابو جبرئیل صاحب کہاں ہے میں نے سنا ہے کہ اس نے میری جوگی ہے آپ نے فرمایا: میرا نبی پاک ہے بتو سے پاک ہے کیوں کہ وہ شہر نہیں کہتا اس عورت نے کہا اگر میں تیرے اس صاحب کو دیکھ لیتی تو یہ پتھر اس کے منہ پر مارتی، یہ کہہ کر وہ چلی گئی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ عجیب بات ہے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے مجھے اپنے پہلوں میں چھپا کر اس کی نگاہوں سے ادھل کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَجَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بَالِحًا جَوَابًا مَسْتُورًا** (قرآن حکیم)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں کہ آفت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھاپا ہوا پردہ کر دیا۔ (منظہری ص ۲۲۲، مدارج النبوت ص ۲۵۶، شفا شریف ص ۲۲۲)

ایک مرتبہ ابو جہل نے قسم کھانی کہ اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں گا تو میں اس کے سر پر پتھر ماروں گا۔ ایک دن حضور علیہ السلام حرم شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے ابو جہل ایک پتھر لے کر حضور علیہ السلام کو مارنے کے لیے آیا، جب قریب پہنچ کر پتھر پھینکنے لگا، تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ساتھ چپک گیا اور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے پھر کیا تھا اٹھ پڑا بیچے کی طرف آنے لگا اس کے ساتھیوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا میں نے ایک بہت بڑا اونٹ دیکھا جو منہ کھولے مجھے چبا جانے کے لیے میری طرف آ رہا تھا، سرکارِ دو عالم نے فرمایا وہ جبریل امین تھے اگر ابو جہل آگے آجاتا تو وہ اس کی ہڈیاں چکنا چور کر دیتا۔

(شفا شریف ص ۲۳۱ جلد ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا اے قریش کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں کہا گیا ہاں، اس نے کہالات و غزئی کی قسم اڑی اس کو ایسا کرتے دیکھ لوں تو اس کی گردن اڑا دوں چنانچہ اس ارادے سے وہ نبی پاک کے پاس آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کی گردن پر قدم رکھنے کے ارادے سے آگے بڑھا، جو نبی اس نے قدم

اٹھایا وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے لگا۔ اس کو کہا گیا تجھ کو کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک آگ کی خندق کو دیکھا اور کچھ بازو دیکھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: **تَوَدَّعَىٰ اِصْحٰبِیْ لَا تَخْطَفَنَّہُ الْمَلَائِکَةُ عَضُوًا عَضُوًا** یعنی اگر ابو جہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کر کے لے جاتے (مشکوٰۃ باب علامات نبوت)

آں کہ ورقس آن خدا اور استود  
آں کہ حفظ جان او موعود بود

## آسرے کا دولہا

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْاَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْسَ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ  
الَّذِیْنَ اَنْزَلْنَا بِرَاکِبٍ حَیْثُ مَا شِئْنَا مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ  
ترجمہ: پاک ہے جو نے کیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف جس کے آس پاس ہم نے بیکسیں نازل فرمائیں تاکہ ہم اس بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں بیشک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضور علیہ السلام سے پہلے نبیوں میں سے بھی بعض کو معراج ہوئی اگرچہ ان کی معراج کی نوعیت کچھ اور تھی۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ آپ کو مسجود ملائکہ بنا یا پھر جنت میں داخل فرمایا اگرچہ وہاں دوام نصیب نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ ان کو زندہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ خداوند تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے پردے اٹھائے اور انہوں نے عرش برہین سے تحت الشریٰ تک ساری مخلوق کو دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر رب تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ چوتھے آسمان پر اٹھایا، اب امام الانبیاء کی باری آئی تو خدا تعالیٰ نے آپ کو



وہاں تک کی سیر کوئی، جہاں نہ جب ہے نہ کب ہے نہ زمین نہ زماں نہ جین نہ چنان اور نہ مکین نہ مکاں، حضور علیہ السلام کی معراج پہلے انبیاء سے بالکل مختلف تھی۔ کہ اس رات خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے جبریل امین کج کی رات طاعت و عبادت چھوڑ کر توجس و تنہیل سے منہ موڑ کر پر ملاؤسی اور بڑی فریاد سے آراستہ ہو، بیٹکا نہ دنگاری کرے باندھ، کلاہ فرما نہ رواری سر پر رکھ اور میکیل سے کہہ کہ پیمانہ رزاق ہاتھ سے رکھے تقسیم رزق موقوف کرے اسرائیل صورت چھوٹے، عزرائیل سے کہہ دو کہ ہاتھ قبض ارواح سے روکے، نوبت نوازان صدق و صفا تقار ہائے جو دو عطا تمام اطراف عالم میں بجائیں داروغہ بہشت بریں جنت کی آئینہ بندی کرے حوران خلد بریں آراستہ پیرا کستہ ہو کر ہاتھ میں طبق زر و جواہر لے کر غرف جنت میں صف بستہ کھڑی ہو جائیں، مالک جہنم درہائے دوزخ بند طبقات جہنم ٹھنڈی اڈال دوزخ سے عذاب موقوف کرے، دریا موجیں نہ ماریں، ہواؤں کی روانی ختم ہو جائے آسمان گردش سے ٹھہرے، حاملان عرش لباس زیب تن کریں بعد ازاں حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام..... سے کہہ دو کہ اپنی روحوں کو رواج مقدس سے منظر اور معبر کریں پھر ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لے کر جنت سے براق مبارک اتار اپنے ہمارے کریمے محبوب کی بارگاہ میں جا کر عرض کر دو کہ آجی رات آپ کو خدا تعالیٰ اپنے دیدار اور کلام سے مشرف فرمانا چاہتا ہے۔

چونکہ حضور علیہ السلام کی تین حیثیتیں ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے معراج کے بھی تین حصے کیے، حضور علیہ السلام مسجد حرام سے چل کر مسجد اقصیٰ پہنچے جہاں تمام نبیوں نے حضور علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کی، چنانچہ علامہ شہاب الدین محمود اوسمی بغدادی تفسیر روح المعانی ص ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ نبیوں کی سات صفیں تھیں ان میں سے تین سرسین کی اور چار نبیوں کی عداوہ ایز ملانکہ نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی، مسجد اقصیٰ عالم اجسام میں ہے۔ اور اس میں حضور علیہ السلام کی بشریت کو یہ عروج حاصل ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی بشریت مقدسہ کے پیچھے اقتدا کی اور یہ حضور علیہ السلام کی بشریت کا معراج ہے۔ اس حیثیت سے کہ عالم بشریت میں انسانیت اور بشریت کا کمال رکھنے والے انبیاء علیہم السلام پیچھے اور حضور علیہ السلام کی بشریت آگے، پھر اس کے بعد حضور علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدۃ الثنویٰ پہنچے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے اللہ کے بڑے بڑے فرشتے بھی نہیں جاسکتے، جبریل امین بھی اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکے لیکن حضور علیہ السلام اس مقام سے آگے بڑھ گئے۔

سے جلتے ہیں جب اسرائیل کے پر جس مقام پر اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو نہ پہنچے وہاں جب اسرائیل میں بھی! بلند اس قدر ہے مقام محمد!

حضور علیہ السلام کا سدرہ سے آگے تشریف لے جانا آپ کی نورانیت کا چمکا ہوا معراج ہے پھر حضور علیہ السلام زمان و مکان کی قیود سے بلند ہو کر فوق العرش پہنچ کر رب تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں شہادت دیا کہ ان کتاب قدسین اداؤنی کے مراتب عالیہ پر نازل ہونے اور سراقہ کی انکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔

کس کو ریجھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی۔

آنکھیں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

سراقہ کی آنکھوں سے رب تعالیٰ کو دیدار کرنا حضور علیہ السلام کی حقیقت محمدیہ کا معراج ہے۔

## ملائکہ کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا جھولا ہمارے ہلانے کا محتاج نہ ہوتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ کان محمدیہ علیہ السلام یتخرون یتخرون الملائکہ (جو اہل البھار ص ۱۱)

ترجمہ: آپ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

علامہ محمد بن یعقوب شیرازی نے لکھا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ کے دادا اجمان عبد المطلب کی وفات ہو گئی اور ابو طالب آپ کے کفیل ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے اسماعیل میرے محبوب کی خدمت میں رہا کرو۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گیا وہ سات سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں رہے، پھر حضرت جبریل امین کو حکم ہوا اور وہ ستائیس سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں موجود رہے، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔ (سفر السعادت ص ۱۱)

وَرَدَّ أَنَّهُ كَانَ يَحْفَظُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَفَارِقُونَهُ فِي نَوْمٍ وَلَا



ترجمہ: اوریہ بات حدیث میں وارد ہے کہ ستر ہزار فرشتے ہر وقت نیند اور میداری میں آپ کی مخالفت کرتے تھے۔  
 مکان عرش ان کا فلک فرشتان کا  
 ملک خادمان سداے محمد

آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے تھے ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، آپ اپنے صحابہ سے فرماتے کہ تم آگے نکل جاؤ میرے پیچھے نہ چلو کہ میرے پیچھے تو ملائکہ کرام چلتے ہیں۔

(جواہر الہمارہ جلد ۳، سیرت علیہ ص ۳۷۵ جلد ۳)

بدر کے میدان میں جب غازیوں کو پتہ چلا کہ کربلا میں جابر ماری مشرکین مکہ کی امداد کے لیے ایک بھاری لشکر لے کر آ رہا ہے تو مسلمانوں کو پریشانی ہوئی کہ پہلے ہی کفار مسلمانوں سے تین گنا زیادہ ہیں اب ان کو مزید لگ بڑھ رہی ہے۔ اب کیا ہو گا، تب حضور علیہ السلام نے فرمایا اے مجاہدو! گھراؤ نہیں تمہاری لگ آسمان سے آرہی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا الْكُفْرَ وَاللَّاتِلِكُمْ  
 مَذْمُومٌ تَرْجُمُهُ: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے آتا کر۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ جب میں قلیب بدر کے پاس تھا ایک ایسی ہوا آئی کہ میں نے اس کی مثل نہ دیکھی بعد ازاں دوسری تند ہوا آئی جو پہلے سے اشد تھی، آخر میں تیسری مرتبہ ایک زبردست ہوا آئی جو پہلی دونوں سے زیادہ سخت تھی، جو پہلی ہوا تھی وہ حیریل امین تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی جماعت کے ساتھ حضور علیہ السلام کی امداد کے لیے آئے تھے دوسری ہوا حضرت میکائیل تھے جو ایک ہزار فرشتے لے کر آئے تھے۔ تیسری ہوا اسرائیل تھے جو ایک ہزار فرشتے لے کر مومنوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے تھے۔ (خصائص کبریٰ ص ۵۳۷ جلد ۱)

## آپ کو بے مثال قرآن بلا

دنیا میں بہت سی کتابیں آسمانی مانی جاتی ہیں مگر ہوا پرستوں کے دست تصرف سے سوائے

قرآن مقدس کے اور کوئی بھی آسمانی کتاب محفوظ نہ رہ سکی، قرآن مقدس پر گو تفسیر باچودہ سو سال گذر گئے مگر پھر بھی بعینہ اسی شکل و صورت کے ساتھ جس پر نازل کیا گیا تھا اب تک بجز اللہ محفوظ اور موجود ہے اس میں نہ کوئی چیز بڑھائی گئی اور نہ ہی کم کی گئی نہ لفظوں میں سرسرفرق ہو سکا نہ معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی ہو سکی۔ یہ صرف قرآن حکیم کا ہی اعجاز ہے۔ اور بے نظیر اعجاز ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

لَا تَنصُرُنَا الذِّكْرُ وَلَا نَا لَكَ لِحَافِظُونَ.

ترجمہ: ہم نے اس کتاب کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت تحریر نازل ہوئی کہ:

فَاظْلَمْنَا خَلْقَ إِدَا أَمْنًا آخِلًا قَرِيْبًا. سَنَنْظُمُ أَهْلَهَا فَا بَوَّأْنَا أَنْ يَضَيِّقُوْهَا.

ترجمہ پھر دونوں (حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام) اچلے، یہاں تک کہ جب ایک کا دل والوں کے پاس آئے ان دو تھانوں سے کھانا مانگا انہوں نے دعوت دینی قبول نہ کی۔ اہل انطاکیہ نے جب سنا کہ یہ آیت تحریر نازل ہوئی ہے تو ندامت سے ان کے سر جھک گئے اور بہت سا سونا لے کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ یہ سونا لے لیجئے۔ اور فابو اکی جگہ فابو اکر دیکھیے تاکہ مطلب یہ ہو جائے کہ اہل انطاکیہ ان دونوں بزرگوں کی مہمانی کے لئے آئے اور اس سے ہماری عرض و غایت یہ ہے کہ ہمارے ماتھے پر جو کلنگ کا ٹیکہ لگ چکا ہے۔ وہ ختم ہو جائے اور ہمارے دامن پر جو بدنامی کا سیاہ دھبہ لگ چکا ہے وہ دھل جائے، حضور علیہ السلام نے فرمایا قرآن پاک کے ایک لفظ کی تبدیلی کلام الہی کی تکذیب کا موجب ہے۔ اور بطلان ربوبیت پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قرآن پاک کے ایک لفظ کو بدل دیا جائے۔ (تفسیر کبیر ص ۱۵۷ جلد ۲)

از اجل این قوم بے پروا ستے

استوار از سخن نزلنا ستے

یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ مامون کے پاس ایک یہودی آیا اس کے کلام میں بڑی لغات تھی۔ مامون نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور چلا گیا پھر ایک سال کے بعد آیا اس حال میں کہ وہ مسلمان تھا اور فقہ میں اسن طریق سے کلام کرتا تھا، مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام کا کیا سبب ہے، اس نے جواب دیا جب میں آپ کے ہاں سے پلٹ کر گیا، تو



میں نے تمام ادیان کو پرکھنا چاہا کہ کون سا دین سچا ہے، لہذا میں نے تورات کے تین نسخے دیکھے اور ان میں سے کسی میں زیادتی اور کمی کی کوئی اور اہل کلیسا پر پیش کیا انہوں نے یہ تینوں نسخے مجھ سے خرید لئے پھر میں نے تین نسخے انجیل کے لکھے اور ان میں بھی کمی زیادتی کو روکا تھا، جب میں نے ان تینوں نسخوں کو اہل گرجا پر پیش کیا تو انہوں نے خوشی خوشی قبول کر لیا۔ اب میں نے قرآن کے تین نسخے تحریر کئے اور ان میں بھی اسی طرح کمی بیشی کی اور مسلمانوں پر پیش کئے مسلمانوں نے ان کو دیکھا اور لینے سے انکار کر دیا۔ جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ان تبدیلی سے محفوظ ہے۔ اور سچی کتاب ہے لہذا میں مسلمان ہو گیا۔

جواہر البحار ۲۸۲، خصائص کبریٰ ص ۲۸۶

حرف اور اریب نے تبدیلی نے  
آیہ اش شرمندہ تاویل نے !

پہلوئے قرآن حکیم تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور اس کا تعلق امام الانبیاء سے ہے اس لیے یہ خدا کی بے مثل کتاب ہے۔ یہ کتاب حضور علیہ السلام کا ایک زبردست معجزہ ہے بلکہ اس قرآن کی ایک ایک آیت ایک مستقل معجزہ ہے۔ علامہ ابن برہان الدین نے لکھا ہے کہ قرآن پاک میں ستر ہزار معجزے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک ایک آیت بے شمار اسرار و رمز پر مشتمل ہے۔ ایک ایک کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جہنم کے انیس در و غول سے جو بچنا چاہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے کہ اس کے بھی انیس حروف ہیں، ہر حرف ہر فرشتے سے بچاؤ کا سبب بن جائے گا۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید فرقان حمید سرور کونین اور آپ کی امت دونوں کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ حضور علیہ السلام کے لیے تو اس لئے نعت ہے کہ خدا نے قرآن کے ذریعے آپ کو معلوم توحید، صفات الہیہ حالات انبیاء کرام، اسرار و کرامات، نیز قضا و قدر کے اسرار و رموز پر مطلع فرمایا عالم سفلی اور علوی کے حالات سے خبردار کیا، دنیا و آخرت کے حالات آپ پر ظاہر فرمائے، عالم غیب سے نزول قضا کی کیفیت بیان فرمائی اور عالم جسمانیات اور عالم روحانیات کی کیفیت سے آپ کو آگاہ کیا اور امت کے لیے نعمت اس لئے ہے کہ اس قرآن حکیم میں امر اور نہی وعدہ اور وعید، مثالیں اور خبریں وصل اور بجز و جدا اور وجود و انفصال تذکرہ اور نکرہ نیکی اور بدی عقاب اور حساب ثواب اور عذاب،

حیرت اور حسرت، دین اور دنیا، لطافت اور کثافت، حلال اور حرام جیسے لاکھوں علوم موجود ہیں۔ جنہیں حاصل کر کے انسان خدا اور مصطفیٰ کی بارگاہ میں مقبول بن جاتا ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔

آن کتاب زندہ تفسیر حکیم     : حکمت اولیٰ زلال است و قدیم  
رہنمان از حفظ اور رہبر شہدند     : از کتابے صاحب دفتر شہدند  
نوع انسان را پیامِ آخرین     : حامل اور رحمتہ للعالمین  
گر تو می خواہی مسلمان زسیستن     : نیست ممکن جز بقراں زسیستن

## الشقاق القسریٰ

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَفَتَعْبَتِ السَّاعَةَ وَالشَّقَّ الْقَسْرِيَّ تَرْجَمًا: قیامت قسبہ الگے اور چاند پھٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الشَّقَّ الْقَسْرِيَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّقَّ الْقَسْرِيَّ (ترمذی ص ۱۶۱ جلد ۲)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند پھٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الشَّقَّ الْقَسْرِيَّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ فَوَقَّتْ بَيْنَ فِرْقَةٍ عَلَى قَوْصِ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّقَّ الْقَسْرِيَّ۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر کی جانب اور دوسرا نیچے کی جانب رسول پاک نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (مشکوٰۃ باب علامات نبوت)



علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ چند خاص آدمیوں نے اس معجزے کا مطالبہ کیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس معجزے کا ظہور رات کے وقت ہوا جب کہ لوگوں کی اکثریت محروم تھی اور بہت سے لوگ اس وقت صحرا میں اور بہت سے اپنی اپنی جگہوں پر اپنے اپنے کام میں مشغول تھے اور پھر اس معجزے کا ظہور بھی آنکھ چمکنے کے برابر ایک لمحہ میں ہوا اس نے بہت سے لوگوں نے اس معجزے کو نہ دیکھا اگر یہ معجزہ کچھ دیر تک رہتا تو سارے لوگ اس کو دیکھ لیتے اور پھر دیکھ لینے کے بعد جو آپ پر ایمان نہ لانا وہ متوجہ ہلاکت ہوتا۔ کیوں کہ قانون الہی یہ ہے کہ جو تو مہی سے اپنا مطلوبہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لائے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ جیسے مادہ والے لوگ اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد عام عذاب کا آنا موقوف ہو گیا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ ان کو آپ کی موجودگی میں عذاب میں گرفتار کرے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۵ جلد ۱۱

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ولید بن مغیرہ ابوجہل بن وائل عامس بن ہشام زمر بن اسود اور ان جیسے دوسرے مشرکین مکہ حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر دو، چاند کا نصف حصہ ابوقیس پہاڑ پر اور دوسرا نصف حصہ قیقان پہاڑ پر، آپ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے، انہوں نے کہا ہاں بس آپ پر ایمان لے آئیں گے، یہ رات چودھویں کے چاند کی تھی۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا کی، خدا تعالیٰ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے ایک حصہ ابوقیس پر اور دوسرا قیقان پہاڑ پر ظاہر ہوا آپ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (دلائل النبوت ص ۲۳)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تیری مرضی پاکب سورج پھر اٹھے قدم

تیری انگلی اٹھ گئی مسہ کا کلیجہ چر گیا

سورج اٹھے پاؤں پٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

پہنچے اور پنجہ رحمتی می شود ماہ از انگشت او شش می شود

(۱۰ علامہ اقبال ص ۱۷)

## تسليم محمد

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
بِأَنِّي لَأَعْرِضُ حَجْرًا مَعَكُمْ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ مَعَكُمْ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنَّ لِي لَأَعْرِضُ الْآنَ

(مشکوٰۃ باب علامات نبوت)

ترجمہ: میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب میں فارغ ہوا سے واپس ہوا تو جنت لا اَمْزُبِحَجْرًا وَلَا شَيْخًا اَلْقَالَ اَلْسَلَامَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ یعنی میں جس درخت اور پتھر سے گزرتا تھا وہ کہتا تھا سلام علیک یا رسول اللہ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۱ جلد ۱۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم مکہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ گھر دو نواح جاتے تو۔  
فَمَا اسْتَقْبَلْنَا جَلًّا وَلَا شَيْخًا اَلَا ذُوهُ يَفْعُلُ اَلْسَلَامَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ (مشکوٰۃ تشریف ص ۱۵)

ترجمہ: جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا سلام ہو تجھ پر اسے اللہ کے رسول۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام دیا کے کنارے کھڑے تھے کہ عکرم بن ابی جبل وہاں آیا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلائے جو دیا کے پار پڑا ہے۔ وہ پانی پر تیرتا آئے اور ڈوبے نہ، حضور علیہ السلام نے اس پتھر کو اشارہ کیا وہ اپنی جگہ سے ہلا اور پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ اپنے عکرم سے فرمایا کیا تجھے اتنا ہی کافی ہے اس نے کہا کہ اب یہ اپنی جگہ پر لوٹ جائے آپ نے اس پتھر کو پھر اشارہ کیا وہ اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔ (جو اہل ہجر پڑھا)

پڑھنا ہے زبانوں نے کلمہ تمہارا

ہے سنگ و شجر میں بھی ہر جا تمہارا



## کھجور کی لکڑی کا گریہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام منبر شریف کے بننے سے پہلے کان جذع یقفونم ایہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع له المنبر سمعنا للجدع مثل أموات النصارحی نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ علیہ (بخاری ص ۱۹) ترجمہ: کھجور کی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر شریف رکھا گیا تو ہم نے اس کی ایسی دردناک آواز سنی جیسے کم کردہ اولاد اونٹنیوں کی غمناک آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ رسول اکرم منبر شریف سے اترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

اسی بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے فرمایا کھجور کا وہ خشک تناہی دروزناک آواز سے رویا کہ قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جاتے۔

علامہ بدرالدین یعنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت کی دلیل ہے اور جسم بے جان کا رونا اس لیے تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس لکڑی میں ایسی حیات پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ غمناک آواز کے ساتھ روتی۔

ثابت ہوا کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے لہذا انبیاء علیہم السلام قبض ارواح کے بعد حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ اب اسلام کا فی بھیل چکا ہے اور مسلمان کثیر تعداد میں ہو گئے ہیں اور مختلف ممالک سے آپ کے پاس وفد آتے ہیں، آپ کے لیے کوئی ایسی چیز بنا دی جائے جو بند ہو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کریں تاکہ لوگ آپ کو آسانی سے دیکھ سکیں اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہو سکیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری عورت نے عرض کی یا رسول اللہ میرا ایک غلام بڑھی ہے کیا آپ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس کو کھجوروں کے تنے کے لیے ایک منبر بنا دے

جس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں۔ چنانچہ آپ کے لیے تین درجات کا ایک منبر بنا دیا گیا، جب آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو وہ کھجور کا تنا اونٹنی کی طرح دزدناک آواز سے رونے لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جو رد خراپنی ماں کو بلاتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جنید و لرزیہ مسجد باوازو سے یعنی مسجد شریف اس کی دردناک آواز سے حرکت کرنے لگی اور لوگوں نے اس کی اس حالت کو دیکھا تو وہ آہ دہا کرنے لگے۔

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب ہے کس کو؟ یہ چوبے خشک کو بھی بیقرار کرتے ہیں!  
من چہ گوئم از تو آبش کہ چسیت؟ خشک چوبے در فراق ادگر نیست!  
استن حنانہ در ہجر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) (اقبال)  
نالہ می زد ہم چو ارباب عقول (ردی)

ایک روایت میں ہے کہ وہ تنا پھٹ گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حاضرین کو بولوں محسوس ہوا کہ جیسے ابھی یہ زمین پر گر جائے گا، پس حضور علیہ السلام منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور اس تنے کے قریب جا کر اپنا دست شفقت اس پر پھیرا اور اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اس پر وہ خاموش ہو گیا آپ نے فرمایا کہ یہ اس لیے رویا کہ اب اس کے پاس ذکر خدا نہیں ہوتا اگر میں اس کو اپنی آغوش میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا پھر آپ نے اس تنے سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مجھے دوبارہ اسی باغ میں لگا دیا جائے جس میں تو پہلے تھا۔ تاکہ تیری شاخیں دوبارہ سرسبز و شاداب ہو جائیں اور تو دوبارہ ہلا در ہو جائے اور اگر تو چاہے تو مجھے باغ بہشت میں لگا دیا جائے تاکہ جنت میں متقی اور اولیاء کرام تیرا پھل کھائیں، بعد ازاں حضور علیہ السلام نے اس تنے کے ساتھ کان لگائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے پس آپ نے فرمایا کہ یہ تنا کہتا ہے، کہ یا رسول اللہ مجھے باغ بہشت میں لگا دیجئے تاکہ اللہ کے دوست میرا پھل کھائیں، چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس کی آرزو کو پورا فرمایا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمان اس خشک تنے کو دیکھو کہ وہ نبی پاک کے فراق میں کس قدر بے چین ہو گیا، تیرے دل میں تو لہریں احسن نبی پاک کی ملاقات اور آپ کے دیدار کا شوق ہونا چاہیے۔ (مدارج النبوت ص ۲۳، ۲۴، دلائل النبوت ص ۳۳ تا ۳۴)



## انگلیوں سے پانی کے چستے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک کے ہمراہ تھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا اور ہمارے پاس سوائے تھوڑے بچے ہوئے پانی کے اور پانی نہ تھا وہی ایک برتن میں ڈال کر رسول پاک کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھ کر انگلیاں اس پر پھیلا دیں اور فرمایا اللہ کی برکت و نون کرنے والوں پر اپنا سایہ ڈال، میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چستے ابل رہے ہیں۔ اور لوگ وضو کر رہے ہیں۔ اور پانی پی رہے ہیں، میں نے بھی جی قدر میرے پیٹ میں آیا۔ بھر لیا کیوں کہ میں جانتا تھا کہ یہ برکت ہے (مسلم شاگرد جابر کہتے ہیں، میں نے پوچھا آپ اس روز کتنے آدمی تھے، انہوں نے کہا چودہ سو (۱۴۰۰) آدمی تھے۔ (بخاری شریف ص ۳۲۷ جلد ۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدت سے بہت پریشان تھے، بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی گئی یا رسول ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں اور یہیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے۔ پس حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈال دیا (جو آپ کے پاس تھا، تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چستے جاری ہو گئے، تمام صحابہ کرام نے پیا اور وضو کیا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا، مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ (غوث العباد ص ۱۸۷، بخاری شریف) سے

پنجہ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے۔  
چشمہ نوح شید میں تو نام کو بھی نم نہیں،  
نور کے چشمے اسرائیل دریا بہیں،  
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب پانی کا مطالبہ کیا تو آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے پتھر

پر عصا مارا تو پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بے شک پتھر وہاں سے پانی نکلنا موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے لیکن ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پتھر زمین ہی کی ایک قسم ہے اور پہاڑی زمینوں سے اکثر چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔ میں نے خود بھوبن مری، بردری اور کثیر کے پہاڑوں میں جا کر دیکھا کہ چاروں طرف پتھر ہیں اور زمین سے صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہے لیکن سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ گوشت پرست خون اور ہڈیوں میں سے صاف شفاف پانی کے چشمے نکل رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور علیہ السلام کے عہد تک کسی آنکھ نے یہ کمال نہ دیکھا اگر دیکھا تو مبدائے کائنات فخر موجودات خدا صمد شہزادہ ہزار عام کی بارگاہ بیگم پناہ میں دیکھا، لہذا ہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام کی پیاس بجھانے اور ان کی فطرت وغیرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ جانتے تھے کہ چودہویں صدی میں کچھ کم عقل ایسے پیدا ہوں گے، جو کہیں گے کہ جس کا نام محمد اور علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں، آپ نے چودہ سو سال پہلے ہی ان لوگوں کی ان خرافات کا اٹل جواب دے دیا۔ اور گویا یوں فرمایا کہ اے میرے اختیار پر زبان ظن و را ز کرنے والو! دیکھو میرے اللہ نے مجھے کتنا بڑا اختیار دیا ہے کہ میں جب چاہوں اپنی انگلیوں سے گوشت و تسیم کی نہریں جاری کر سکتا ہوں اور دنیا میں رہتے ہوئے اپنے جاں نثاروں کو عرض کوثر کے پانی سے سیراب کر سکتا ہوں۔

آپ زمزم بڑا متبرک اور پاکیزہ پانی ہے۔ اس پانی میں دو خصوصیتیں ہیں یہ پیاس بھی بجھاتا ہے اور بھوک بھی دور کرتا ہے۔ دنیا کے اُدکسی یا نی کو یہ شرف حاصل نہیں یہ پانی اتنا برکت والا ہے۔ کہ ہر مومن اس کے پینے کا متمنی اور خواہش مند ہے اور دوسرے تمام پانیوں پر اس پانی کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان کو شدت سے پیاس لگی ہوئی ہو اور اسکے سامنے ایک طرف آپ زمزم کا پیالہ اور دوسری طرف کوکا کولا کی بوتل رکھ دی جائے تو عقل کہے گی کہ کوکا کولا کی بوتل پی کر پیاس بجھاؤ لیکن عشق کہے گا۔ نہیں آپ زمزم سے سیراب ہو جاؤ، عقل کہے گی کہ کوکا کولا رنگ والا ہے اس میں کیفیت دوسری کی سستی ہے یہ بڑا خوش ذائقہ ہے۔ عشق کہے گا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ زمزم میں وہ رنگ اور وہ مزہ نہیں جو کوکا کولا میں ہے لیکن ذرا یہ تو دیکھو کہ کوکا کولا ایک کافر عیسائی کی ذمہ داری کا نتیجہ ہے اور آب زمزم وہ پانی ہے جس نے اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کو بوسہ دیا ہے اب وہ مومن کو کا کولا کے تمام اوصاف کو نظر انداز کرتے ہوئے آب زمزم کو پئے گا اس لئے کہ ایک تو اس پانی نے ایک مصوم نبی کی ایڑی کو بوسہ دیا۔



اورد دوسرے اس لیے کہ اس پانی میں حبیب کبریا محمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب وہیں ملا ہوا ہے  
اب غور کیجئے کہ یہ پانی کتنی نفیلت اور برکت کا حامل ہے لیکن علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس  
آپ زمزم سے بھی وہ پانی افضل والی ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا۔  
کیوں کہ آپ زمزم کا پشمہ زین سے جاری ہوا اور وہ پانی جو آپ کی انگشتان مبارک سے جاری ہوا  
اس کا تعلق حوض کوثر سے ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ  
کہتا ہے۔ ”اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو (سنیوں نے) اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
انگلیوں سے پانی نکلتا تھا۔ حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ میں پانی منگا کر اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا تو پانی اُبنے لگا حضور  
علیہ السلام کی انگلیوں کے درمیان سے اُبتا ہوا نظر آتا تھا اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ لحم وشم سے پانی نکلتا  
تھا۔ بلکہ یہ سمجھ ہی آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے دست مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش  
مارنے لگا۔ اور انگلیوں کے درمیان سے اس کا اُبنا نظر آتا تھا۔ اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز  
کو اس بات پر موقوف کیا ہے کہ پانی لحم وشم سے نکلتا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پر وہ وہ اس  
اعجاز کے معجزہ ہونیکا انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ لحم وشم سے پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں۔ (شکر النعمۃ ص ۳)  
اب میں تھانوی صاحب کی اس عبارت کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتا ہوں۔

(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم)

مولوی اشرف علی کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا کہیں ثابت نہیں اس  
کے اہل اور کتب احادیث و میر سے نا بلند ہونے کی واضح دلیل ہے کیوں کہ محققین کی بہت بڑی جماعت  
نے اپنی اپنی تصانیف میں زیر بحث احادیث کا یہی مطلب لیا ہے۔ کہ وہ پانی حضور علیہ السلام کی انگلیوں  
سے نکلتا تھا۔ چنانچہ مسلم شریف کی شرح میں علامہ شرف النودی نے لکھا ہے وَنَقَلَهُ الْقَاضِي عَنِ الْمُزَنِّي  
وَكَثَرُ الْعُلَمَاءِ اَنْ مَعْنَاهُ اَنْ الْمَاءَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ خَفْسِ اَصَابِعِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْبَعُ  
مِنْ ذَاتِهَا۔ قاضی عیاض نے مزنی اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پانی خود آپ  
کی انگشتان مبارک سے نکل رہا تھا۔

علامہ زماں زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

ذَلِكُمْ يُسْمَعُ بِهِ مِنَ الْمُعْجَزَةِ عَنْ غَيْرِ نَبِيٍّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ نَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ  
عَظْمَيْهِ وَدَعَصِيْبِهِ وَدَحْمِهِ (زرقانی ص ۵)

ترجمہ یہ معجزہ کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈی پٹھے گوشت اور خون میں سے پانی جاری ہوا،  
ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی کے بارے میں نہیں سنا گیا۔  
دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

نَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ عَظْمَيْهِ وَدَعَصِيْبِهِ وَدَحْمِهِ (زرقانی ص ۵)

ترجمہ آپ کی ہڈی پٹھے گوشت اور خون کے درمیان سے پانی جاری ہوا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں :-

اِنَّهُ نَبَعَ مِنْ خَفْسِ اللَّحْمِ الْكَائِنِ فِي الْاَصَابِعِ (مواہب الدنیہ)

ترجمہ آپ کی انگلیوں کے گوشت سے پانی جاری ہوا۔

حافظ کبیر محدث شہیر علامہ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں۔

لَا نَبْزُوعَ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ اللَّحْمِ وَالْعَظْمِ وَاجْتِبُ وَاعْظَمُ مِنْ خُرُوجِهِ مِنَ الْحَجَرِ (دلائل نبیہ)

ترجمہ گوشت اور ہڈی کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا عجیب تر ہے عظیم تر ہے پتھر سے پانی نکلنے  
سے۔ علامہ مولانا احمد شہاب الدین غفاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :-

هَذِهِ الْمُعْجَزَةُ اعْظَمُ مِنْ مُعْجَزَةِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ نَبَعَ لَهُ الْمَاءُ مِنَ الْحَجَرِ

لَا اِنَّهُ مُعْتَادٌ وَاَمَّا خُرُوجُهُ مِنْ لَحْمٍ وَدَحْمٍ فَلَمْ يَعْهَدْ۔ (نسیم الریاض ص ۱)

ترجمہ :- اور یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے عظیم تر ہے۔ کیوں کہ ان کے لیے پتھر سے  
پانی جاری ہونا متعارف نہیں ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں :-

هَذِهِ الْمُعْجَزَةُ اعْظَمُ مِنْ تَفْجُرِ الْمَاءِ مِنَ الْحَجَرِ كَمَا دَعَى لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ

ذَلِكَ مِنْ عَادَةِ الْحَجَرِ فِي الْجُبَلَةِ تَالِ اللهُ تَعَالَى اِنَّ مِنَ الْحَجَرِ لِمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

الْاَنْهَارُ وَاَمَّا مِنْ لَحْمٍ وَدَحْمٍ فَلَمْ يَعْهَدْ مِنْ غَيْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شرح شفا ص ۱)



ترجمہ یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے بڑھ کر ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے وقوع پذیر ہوا کیونکہ آخر یہ پتھر کی عادات میں سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ”اور بے شک پتھروں میں سے بعض وہ ہیں جن سے پانی جاری ہوتا ہے۔“ لیکن گوشت اور خون سے پانی جاری ہونا ہمارے نبی پاک علیہ السلام کے سما کسی کے لیے ثابت نہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نہمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ كَانَ إِذَا آدَا الطَّهْرَ وَرَدَّ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ مَدًّا أَصَابَهُ فَيَنْفَجِرُ مِنْهَا الْمَاءُ مَحْتَى يَفْضِي طَهُوسًا. (جواهر البحار ص ۲۹)

ترجمہ جب حضور علیہ السلام طہارت کا ارادہ فرماتے اور پانی موجود نہ ہوتا تو اپنی انگشتان مبارک کو پھیلاتے تو ان سے پانی کے چشمے بہنے لگتے یہاں تک کہ آپ طہارت سے فراغت حاصل کر لیتے۔  
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی کے مجدد ہیں۔ ان کے متعلق مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطی کو بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے امام الانبیاء کی زیارت ہوئی اور مولوی محمد اللہ شادری دیوبندی نے البصائر میں لکھا ہے کہ شتر سے زیادہ مرتبہ آپ کو حضور پر نور علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ آپ رسول خدا کی بارگاہ میں کتنے مقبول ہیں۔ ایسے جلیل القدر مجدد نے بھی لکھا ہے کہ ”آپ کی انگشتان مبارک سے پانی جاری ہوا تھا گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا عجیب ہے۔ (خصائص ص ۴۱)

علامہ علی بن برقان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

هُوَ أَجْنَبٌ مِنْ بَنِي الْمَاءِ لِمَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْحَجَرِ فَإِنَّ بَعْدَهُ مِنَ الْحَجَرِ عَذَابٌ مَعْرُودٌ وَأَمَّا مِنْ بَيْنِ اللَّحْمِ وَالذَّمِّ فَلَمْ يَعْهَدْ. (حلیہ ص ۱۱)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے جو چشمہ جاری ہوا تھا اس سے یہ معجزہ عظیم تر ہے کیوں کہ پتھر سے پانی کا جاری ہونا معلوم و متعارف ہے لیکن گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا متعارف نہیں۔

شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں :-

دادہ شدہ است موسیٰ علیہ السلام از تخریب ماء از جرد برآمدن چشمہا از سنگ دادہ است آل حضرت را انعاماً بسبب انگشتان وی و این باطن و مالکت ازال چہ ہر از جنس ارض است کہ پروردی آید از ان

نیابح بخلاف برآمدن چشمہا از گوشت و پوست۔ (مدارج البتوت ص ۱۳)

اگرچہ اور بھی کئی عملی عبادات پیش کی جاسکتی ہیں لیکن خیر الکلام ناقص و دل کے تحت انہیں پر لکھا کرتا ہوں۔ ان دلائل کی روشنی میں اشراف علی تھا نوبی کی جہالت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کلاس نام نہاد حکیم اللات کے پاس اننا علم ہی نہ تھا کہ وہ علمائے ربانیوں کی فتنہ گرد کتب کو سمجھ سکتا اور یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر حضور علیہ السلام کے عظیم الشان معجزہ کا انکار کر کے اپنی بدباطنی اور قبی شقاوت کا ثبوت دیا ہے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی ایسی عبادات اس پڑھے لکھے جاہل کی طبیعت میں جن کی وجہ سے امت مسلمہ میں افتراق اور گمراہی کی ابتداء ہوئی اور لوگوں کے دینی عقائد متزلزل اور اسلامی خیالات تبدیل ہوئے۔  
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اشراف علی تھا نوبی نے اپنے گمراہ کن عقائد کی تشہیر کر کے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے میں کیوں اہم کردار ادا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ برہانگیروں کا گناہ شتہ تھا۔ برٹش رولز کا سالانہ وظیفہ خوار تھا چنانچہ دیوبندیوں کے فاضل مولوی شبیر احمد عثمانی نے جمعیتہ علمائے ہند کے ذمہ کے سامنے یہ بیان دیا کہ ”دیکھئے مولانا اشراف علی تھا نوبی ہمارے اد آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے تھے گنا گنا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت برطانیہ کی جانب سے دیے جاتے تھے۔“

(مکالمۃ الصدیدین ص ۱۱)

اب قابل غور امر یہ ہے کہ آخر مولوی تھا نوبی صاحب سے انگریزوں کو کونسی عقیدت تھی کہ جس کے شہینہ وہ ماہوار رقم حاضر خدمت کیا کرتے تھے جو لوگ برطانوی پالیسی اور انگریزوں کی چال بازی سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ تھا نوبی صاحب نہ تو انگریزی حکومت کے پیروں نہ تھے اور نہ برطانوی حکومت کو ان سے عقیدت تھی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی تھا نوبی صاحب انگریزوں کے آہ کار تھے۔ مسلمانوں میں بدعتی گئی پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام احسن طریقے سے انجام دیتے تھے اور پھوٹ ڈالنا ہی انگریزوں کا مقصد تھا۔ معلوم ہوا کہ اشراف علی تھا نوبی انگریزوں کا ونا دار تنخواہ دار گناہ شتہ تھا۔ اور انگریزی حکومت اس کو اس لیے تنخواہ دیتی تھی کہ یہ لوگوں کے دلوں سے عظمت رسالت کم کرے۔ اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنے انگریز آقا کے ہاتھ منوط کرے۔

چنانچہ اس نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے بیدینی کا سیلاب بہا دیا۔ پیری مریدی







## تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

حضور علیہ السلام سے پہلے جتنے بھی انبیاء و کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام مبعوث ہوئے خدا نے کسی نبی کی جان زمان شہر اور کلام کی قسم یا نہ فرمائی مگر اپنے محبوب کو یہ مرتبہ جلیلہ عطا فرمایا کہ ان کی جان ان کے زمان ان کے شہر اور ان کی گفتار کی قسم یا فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَعَسَآ لَآ اَنۡفِثَهُمۡ لَیۡقَۃًۢ مِّنۡكَ رِجۡمًا یَعۡتَظُنُّوۡنَ ؕ

ترجمہ: تمہاری جان کی قسم اے محبوب وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے تھے۔

وَ اَلۡعَصۡرُ اِنَّ الْاِنۡسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَکٰۤفِرٌۭ ۙ

ترجمہ: قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی انسان خسارے میں ہے۔

لَا اَنۡفِثُۢمۡ بِهٰذَا الْبَلۡدِ وَاَنْتَ حِلٌّۭ بِهٰذَا الْبَلۡدِ ؕ

ترجمہ: قسم یاد کرتا ہوں میں اس شہر کی جس میں اے جان عالم آپ تشریف فرما ہیں۔

وَقَبۡلَکَۤا یٰۤاَرۡبَۃَۃَ اِنَّ هٰذَا وَاُوۡلَآءِ وَاُوۡلَآءِ لَیۡۤوۡمِنُوۡنَ ؕ

ترجمہ: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ خدا نے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو بیٹے نہ کسی کو بلا!

کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم!

والعصر ہے تیرے زمان کی قسم و العکر کا ہے تیری جان کی قسم

والبلد ہے تیرے مکان کی قسم تیرے ہنسنے کی جا کا کیا کہن (صابر)

## دو چیزوں کا اجتماع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ نے دو قبول کو جمع

فرمایا۔ ہجرت سے پہلے اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا جس پر مشرکین مکہ کو اعتراض تھا کہ یہ اپنے آپ کو براہِ سیسی کہلاتے ہیں مگر قبلہ بیت المقدس میں ان کی مخالفت کرتے ہیں، ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک وہی قبلہ رہا تو یہودیوں اور عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ نبی آخر الزماں ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارے ہی قبلہ کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں۔ امام الانبیاء کی متناہی کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو جائے۔ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی مرضی اور رمنا کے مطابق قبلہ کی تبدیلی فرمادی اور آپ کا قبلہ خانہ کعبہ بنا دیا گیا۔ اور کعبہ منظرہ کو حضور علیہ السلام سے بیعت ہٹی کہ وہ تاقیامت سارے مسلمانوں کا سجدہ گاہ بن گیا۔ آپ ہی کی مرضی نے کعبہ کو قیامت تک کے لیے قبلہ بنا دیا اور یہ اس لیے ہوا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں سے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اسی طرح دو ہجرتوں کو اکٹھا فرمایا کہ جب معراج کی رات آئی تو آپ براق پر بیٹھ کر جبل

امین کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے، بیت المقدس انجریوں کی ہجرت گاہ ہے خدا تعالیٰ نے

آپ کو براق پر بٹھا کر بیت المقدس کا سفر طے کرایا تاکہ بیت المقدس کی طرف ہجرت کی منزل آزی آپ کو حاصل ہو

جائے۔ دوسری ہجرت آپ نے مکہ منورہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی جبکہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو قسم

قسم کی تکالیف میں مبتلا کیا، اسلام اور بانی اسلام پر ناپاک حملے کیے، حضور علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں

کے خون کے پیاسے ہو گئے یہاں تک کہ ایک رات تمام قبیلوں کے نوجوان اپنی اپنی تلواروں کو بے نیام کر کے

آپ کے حجرے کے گرد آپ کو قتل کرنے کے لئے جمع ہو گئے اس وقت خدا تعالیٰ نے جبل امین کو بھیج

کر آپ کو ہجرت کر جانے کا حکم دیا اور آپ اپنے یارِ فاجر کو ساتھ لے کر اپنے آبائی شہر مکہ منورہ کو یہ

کہتے ہوئے چھوڑ گئے کہ اے خانہ کعبہ!

تیرے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے

تیری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے (شاہناہ اسام)

اسی طرح آپ کے لئے شریعت اور طریقت جمع کی گئی۔

شریعت سے مراد وہ حکم ہے جو ظاہر میں ہے، طریقت سے مراد وہ حکم ہے جو باطن میں ہے۔

علمائے ربانیین نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام اس لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔



کہ وہ ظاہر کے ساتھ حکم نافذ کریں نہ کہ اس شے کے ساتھ جس کا تعلق امور باطنیہ کے ساتھ ہے امور باطنیہ کے متعلق پر جو نبی سب سے پہلے مطلع ہوئے وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو صرف اسی لئے مبعوث ہوئے تھے کہ باطنی امور کے ساتھ حکم نافذ کریں۔ چنانچہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے بڑا کیا اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا میں نے اس کو اپنے حکم سے قتل نہیں کیا بلکہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا اور میں ایسے ہی امر کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے لڑکے کے قتل کو اس لئے برا جانا کہ ان کے پاس شریعت کا علم تھا اور شریعت میں بلا وجہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

لیکن اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے یہ دونوں علوم عطا فرمادیے۔

### چنانچہ

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے :-

کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں :-

حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَائِيْنِ فَأَمَّا أَحَدُ هُمَا فَبَشَّرْتُ بِنَبِيِّكُمْ  
وَأَمَّا الْآخَرُ فَوَلَّوْا بَشَرْتَهُ نَظْمَهُ هَذَا الْبَعْدُ

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو نطرت (علم کے) یاد کر لیے ہیں۔ ان میں سے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرا (یعنی باطنی علم) اگر میں ظاہر کروں تو میرا یہ کلاکٹ ڈالاجائے۔  
(مشکوٰۃ کتاب العلم، بخاری کتاب العلم)

جس علم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے سامنے کھول کر بیان فرمایا وہ علم شریعت کا تھا اور جس علم کو آپ نے لوگوں سے چھپایا ظاہر نہ فرمایا وہ باطنی علم تھا۔ پس ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے شریعت اور طریقت کو جمع فرمادیا۔

شریعت دیکھنا ہے دیکھو اقوال محمد کو — طریقت چاہتا ہے دیکھو افعال محمد کو  
حقیقت دیکھنی ہے دیکھو احوال محمد کو — جو چاہے معرفت، تو دیکھو اشکال محمد کو

زمین و آسمان کے خود بخود اٹھ جائیں گے پر وہ  
حجبات محمدی نظر آجائیں گے جس لوے!

دیکھن توں اوہ ساڈے درگا پر اسیں کدوں اس کھدے

پتھر نعل دے بجا نہیں دکھے ٹھیل کنڈیاں نال تھدے

جو اسرا حضور تے کھلے اوہ ہر اک تے نہیں کھلے

اعظم اوہ عرشاں تے پیر دا، اسیں گکیاں دے وچہ ژلدے

### \* اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے محبت اور خلعت کو جمع فرمایا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-  
وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ترجمہ، اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو باس خلعت سے سرفراز فرمایا، اور سرور دو جہاں کو خدا نے حبیب بنایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے صحابہ ایک جگہ بیٹھ کر آپ کا اشارہ کر رہے تھے آپ تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے اور سنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا بعض نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے ان صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا! میں نے تمہاری گفتگو کو سنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور حضرت آدم علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن آلاذَاتَا حَبِيبُ اللّٰهُ (ترجمہ شریف ص ۲) یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔

اب سنے کہ خلیل اور حبیب میں فرق کیا ہے۔

(۱) خلیل وہ ہے جو رب کی رضا چاہے۔ چنانچہ آپ نے خدا کو راضی کرنے کے لئے حضرت اسماعیل







## اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کلام اور رویت کو جمع فرمایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح محزاسے کہ رات کو نوافل پڑھے اور دن کو روزہ رکھا۔ بعد ازاں رضو کیا پاکیزہ لباس پہنا اور کوہ طور پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا پھر پہاڑ کے چاروں طرف سے اکیس اکیس تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو دور کر دیا اس کے بعد اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اندرین حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کے لطف نے اس کے دیدار کا آرزو مند بنا دیا۔ پس پروردگار کے تیری صد امیر اشوق وید جو بڑھ گیا۔ مجھے اضطراب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا۔ اس لیے عرض کی رب اربنی الہی مجھے اپنے دیدار کا شرف عطا کر خدا نے فرمایا اِن تَرَانِي تَوْجِبُهُ رِغْزَنَةٌ وَيَكْفِيكَ كَمَا۔ اس لیے کہ۔۔

تیرا آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے  
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ ننگا ہ مصطفیٰ دیکھے

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی رات اپنے دیدار اور کلام الہی سے مشرف فرمایا،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مَعَنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ اِذَا رَئَيْتَهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً يَبْعَثُهَا ذَمْرَةٌ يَجْعَلُهَا دَهْرًا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۶)

یعنی بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

## نزولِ اسرافیل

حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ پر نازل ہوئے اور آپ کے سوا کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام

اور جبریل امین کو وہ صفا پڑتے حضور علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل نام کو آں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مٹی بھرا آنا اور سخیل بھر ستو مٹی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی فرمایا جبریل یہ کیا ہے عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام کیا خدا تعالیٰ نے اسے سنا اور مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا اور مجھے حکم ہوا کہ میں اپنی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زبردیا قوت سونے اور چاندی کا بنا دوں آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبرائیل امین نے اپنی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں نبی بندہ بنا چاہتا ہوں۔ (جوہر البحار ص ۲۹ جلد ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان سے مجھ پر ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کسی نبی پر نازل نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا۔ اور وہ اسرافیل ہے جس نے آکر عرض کی یا رسول اللہ آپ نبی بادشاہ بنا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ، میں نے جبریل امین کی طرف دیکھا اس نے تواضع کا اشارہ کیا اگر میں کہہ دیتا کہ میں نبی بادشاہ بنا چاہتا ہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ پلٹتے۔ (جوہر البحار ص ۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا وگرنہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دونوں جہان کی نعمتوں کے خزانوں کا مالک و مختار بنا دیا تھا۔

مالکِ دین و دنیا ہو کر : دونوں جہاں کے داتا ہو کر  
فاقے سے سرکارِ دو عالم : صلی اللہ علیہ وسلم!

شہنشاہِ دو عالم

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

دَسَخَّرْنَا لَكَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا كُنْتَ تَعْلَمُ

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب آپ کے لیے مسخر کر دیا۔



۷ دونوں جہاں میں تیری حکومت ہے بالیقین  
ہر چیز جس کے تابع وہ سلطان تمہیں تو ہو

حدیث شریف میں ہے کہ

فَأَمَّا ذُرِّيَّتِي مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا ذُرِّيَّتِي مِنْ  
أَهْلِ الْأَرْضِ فَعِيسَى وَحُزَيْنٌ وَتَرْجَمَةُ؛ مِيرے دو وزیر آسمان کے جبریل اور میکائیل علیہما السلام  
ہیں اور زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

ہر آدمی جانتا ہے کہ وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں چونکہ آپ کے وزیر آسمان میں بھی ہیں  
اور زمین پر بھی، اس لیے آپ آسمان کے بھی بادشاہ ہوئے اور زمین کے بھی۔ ہر کوئی اس حقیقت سے  
آگاہ ہے کہ ملک میں جو بھی حکم اور قانون جاری ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ کے دربار سے جاری ہوتا ہے  
اور چونکہ آپ زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں لہذا زمین و آسمان کا ہر حکم آپ کے دربار و دربار سے  
جاری ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل بہمانی فرماتے ہیں۔

فَهُوَ خَزَانَةُ النَّبِيِّ وَمَوْجِبُ تَعْوِذِ الْأَعْوَادِ وَأَمْرُ الْأَمْنَةِ؛ یعنی حضور علیہ السلام  
راز کے خزانہ اور حکم کے جاری ہونے کی جگہ ہیں کوئی حکم جاری نہیں ہوتا مگر آپ کے دربار عالیہ سے۔

۷ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مفر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

امام اجل امام احمد بن حنبلہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب جو ہر منظم میں فرماتے ہیں۔

هُوَ مَلِكٌ عَلَى سَائِرِ خَلْقِهِ وَاللَّهُ الْأَعْظَمُ الَّذِي يَجْعَلُ خَزَائِنَ كَرِيمَةٍ وَمَوَائِدَ لِحَيْبِ

طَوْدَةٍ يَدِينُهُ فَرَادَاتِهِ يُعِينِي مَنْ يَنْشَاءُ

ترجمہ: حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور  
اپنی نعمتوں کے خزانے سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اور ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے جسے  
چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔

(ارمن والصلی اللہ علیہ وسلم)

۷ یہ اکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا  
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفیٰ کا

۷ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں کا مالک و مختار بنایا ہے اس لیے تمام خزانوں کی کنجیاں  
آپ کے حوالے کر دیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک المغانج  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بَيْنَ اَنْتَ نَارِشِمِ رَاذِيحِي بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَاَنْتَ مُصَفَّى  
فِي يَدَيْهِ؛ ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے  
دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک و مختار نے ارشاد فرمایا اُعْطِيَتْ مَمْلُوكًا  
يُعْطَى أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نِعْمَتٌ بِأَنَّ عِبْدًا أُعْطِيَتْ مَفَاتِيحُ الْأَرْضِ؛ (مسند امام احمد)  
ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا۔ عیب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری  
زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

أُوْتِيْتُ مَسْقًا لِيَدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرْسٍ مِنْ أُمَّةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِرَبِّهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ سَلَامٌ وَفِيهِ سُنْدٌ مِنْ

ترجمہ: دنیا کی کنجیاں اہل کعبہ سے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے  
اس پر نازک رشیم کا زین پوش تھا۔ (دلائل النبوت)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب حضور انور میرے شکم سے پیدا ہوئے  
میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں۔ پھر ایک سفید ابرمنے آسمان سے آ کر حضور کو ڈھانپ  
لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ السلام اونٹ  
سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز رشیمی بچھونا بچھا ہے۔ اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مسطحی  
میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں ان  
سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر لیا۔ پھر ایک ادا بر بنے حضور علیہ السلام کو ڈھانپ لیا۔  
کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر روشنی ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز رنگ کا لپٹا ہوا کپڑا حضور  
علیہ السلام کی مسطحی مبارک میں ہے۔ اور کوئی منادی کہہ رہا ہے واہ واہ۔



تَبَعَ مُحَمَّدًا عَلَى الدُّنْيَا كَمَا كَانَ يَتَّبِعُ خَلْقًا مِنْ أَهْلِهَا الْأَخْلَافُ فِي قَبْضِهِ . ترجمہ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگئی، زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو

(الاسن والسلی)

سے شہنشاہ زمانہ باہر اراں کو فرمائے۔ کیا دنیا بقیہ ملک میں خستہ قرار آئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن پطراط کے پاس ایک منبر بچایا جائے گا۔ پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پسے زینے پر کھڑا ہو جائے گا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے مجھے نہ پہچانا تو سنو میں مالک جہنم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ لو بکر کے سپرد کر دوں، ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینے پر آکر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا اے گروہ مسلمانان جن نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں ضوان جنت ہوں، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دوں اور ان کا حکم ہے کہ میں یہ کنجیاں صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دوں۔

(نزہۃ المجالس ص ۳۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں، زمین و آسمان کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں جنت کی کنجیاں اور دوزخ کی کنجیاں عطا فرمادیں، اب امام ابو بکر کا اقرار سنئے:

تقریرت الایمان واپر لکھتا ہے جس کے ہاتھ میں کئی ہوتی ہے نفل اسی کے قبضہ اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے اور جب چاہے نہ کھولے۔ چونکہ مذکورہ تمام خزانوں کی کنجیاں خدا نے حضور پر نور کو عطا فرمادی ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں جس کو جب چاہیں جس خزانے سے چاہیں عطا کریں گے

کئی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے  
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

(مولانا حسن رضا)

کیوں نہ علم پہ ہوا احسان احمد مختار کا  
ہے وہ مالک خالق کوئین کی سرکار کا

(مخفف)

## اپنے لیے جمع امت پیش کی گئی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول پاک اپنے مکان سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جلد امتیں میرے سامنے پیش کی گئیں ایک نبی میرے پاس سے اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ اس کا صرف ایک امتی تھا۔ ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ دو امتی تھے اور ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا اور ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ ایک جماعت تھی پھر میں نے ایک انبوہ کثیر کو دیکھا میں یہ سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ دیکھتے ہیں نے دیکھا تو کثیر مخلوق تھی جس نے انقی کو گھیر رکھا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ وہ ستر ہزار لوگ ہیں جو نسیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں سے ایسے ستر ہزار آدمی جنت میں جائیں گے، جن کے دتے کچھ حساب نہ ہوگا، میں نے اپنے رب سے زیادتی کی طلب کی میرے رب نے فرمایا کہ ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ص ۵۹)

علامہ علاؤ الدین بغدادی نے زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُكَفِّرَ عَنْ الْمُشْرِكِينَ عَمَلٌ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لِكُفَّارِهِمْ كَمَا عَمِلُوا فِي الظُّلُمِ كَمَا عَمِلُوا عَلَى آدَمَ ذَا الْأَيْمَانِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لِيُنْفِخَ فِي سُرُورِهِمْ فِي الظُّلُمِ كَمَا عَمِلُوا عَلَى آدَمَ ذَا الْأَيْمَانِ کہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہونی تھی اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون بھرا ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا یہ خبر جب منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی، ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہمیں پہچانتے نہیں، منافقوں کا یہ اعتراض حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا: مَا بَالُ أَقْوَامٍ كَفَرُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْتَكُونُونِي عَنْ شَيْئِي فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ إِلَّا أَنْتُمْ تَكُونُونَ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے



میرے پاس جبریل امین آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ تَلَبَّتْ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَمَا أَرَىٰ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنِّي مَحْتَبًا ترجمہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

یہی بولے سدہ ولے جن جہاں کے تھلے سبھی میں نے چھان ڈالے  
تیرے پایہ کا نہ پایا، تجھے یک نے یک بنا یا!

## ایک اعتراض کا جواب

اگر حضور علیہ السلام تمام نبیوں سے افضل ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا  
لَا تَقْصِدُونِي بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

الجواب :- علامہ قاضی عیاض، ملا علی قاری اور علامہ یوسف بن اسماعیل نہمانی نے اس اعتراض کے کئی  
جوابات دیے ہیں ان میں سے چند باختصار نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جب حضور علیہ السلام نے لافضلونی بن الانبیاء فرمایا تو اس وقت آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آپ اولاد آدم  
کے سردار ہیں۔

۲۔ آپ نے تکبر سے بچنے کے لیے اور عجز و انکساری اور اظہار تواضع کے لیے یہ فرمایا کہ مجھے دوسرے نبیوں  
پر فضیلت نہ دو۔

۳۔ اس حدیث کا منشا یہ تھا کہ نبیوں کو اس طرح ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ ان میں سے ایک  
کی فضیلت بیان کرتے وقت دوسرے کی تنقیص کا ارتکاب کر بیٹھو۔

۴۔ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نفس نبوت میں کسی نبی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ وہ صرف  
نبوت میں سب نبی برابر ہیں۔ کوئی کسی سے افضل نہیں، ہاں فضیلت خصائص اور معجزات اور کمالات  
میں ہے چونکہ حضور علیہ السلام کے مراتب، کمالات معجزات اور خصائص دوسرے نبیوں سے کہیں زیادہ  
ہیں، لہذا آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

(شفاعت شریف ص ۱۴۱، جواہر البحار ص ۱۱۲، مراتب ص ۱۱۲)

## افضل الملائکہ

حضور نبی کریم رؤف رحیم تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا وقت قریب ہوا تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ابھی میں محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ میری لغزش کو معاف کر دے رب تو نے  
نے ارشاد فرمایا کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا، عرض  
کی یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے یہ قدرت سے پیدا فرمایا اور تو نے مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے  
سرٹھا کر دیکھا مجھے عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دکھائی دیا میں سمجھ گیا کہ تیری  
مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ بلا رکھا ہے اس پر خدا تعالیٰ  
نے ارشاد فرمایا یا آدم اِنَّكَ اَحَبُّ اِلَيَّ اِذَا سَأَلْتَنِي بِحَبِيْبٍ مُحَمَّدٍ فَقَدْ غَفَرْتُ وَاَوْلَا مُحَمَّدٍ  
مَا غَفَرْتُ لَكَ۔ اے آدم بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق سے پیارا ہے اب جب کہ تو  
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا ہے تو میں نے تجھے بخشتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو تیری  
بخشش نہ ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق میں سے رب کے نزدیک زیادہ پیارے  
ہیں اور مخلوق میں فرشتے بھی آجاتے ہیں لہذا آپ فرشتوں سے بھی افضل قرار پائے۔  
۲۔ حضور علیہ السلام کی حدیث ہے فرماتے ہیں:-

وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اَدَمُ فَخَنَّ سِوَاهُ اِلَّا تَحَتَّ لِرَايِ مَقِيْمَتِ كَيْ وَنِ اَدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
اور ان کے سوا تمام ہی دوسرے پیغمبر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہیں۔  
(ب) اب سنتے کہ حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام  
کو سجدہ ملائکہ بنایا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ وَاٰدَمُ







اگر اجازت طلب کی، جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ ملک الموت آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگتے ہیں انہوں نے آپ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ آپ نے جبریل امین سے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو، ملک الموت مکان میں داخل ہوئے اور رسول اکرم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں، اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو میں روح قبض نہ کروں، آپ نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم یہ کر سکو گے اس نے عرض کی ہاں مجھے یہی حکم ہوا ہے حضور علیہ السلام نے جبریل امین کی طرف دیکھا تو جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ ربنا اللہ قدامنا شئت انی لبقائک بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے آپ نے فرمایا اسے ملک الموت تجھے جس بات کا حکم ہوا ہے اس کو پورا کرو، جبریل علیہ السلام نے عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ زمین پر میرا یہ آخری پھیرا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جبریل امین نے عرض کی تو بودی حاجت من از دنیا و برائے تو می آمکہ دنیا یعنی میرے دنیا میں آنے کا مقصود اور مطلوب آپ تھے میں آپ ہی کے لئے دنیا میں آتا تھا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے وفات پائی اور اہل بیت کے پاس ایک آنے والا آیا جس کی آواز سنائی دینی تھی لیکن جسم منظر نہ آتا تھا اس نے آکر کہا السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علی نفس ذائقتہ الموت ذائقتہا تو توفون اجودکم یوم النقیامت ہر نفس کے لئے موت ہے اور قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور ہر مصیبت سے صبر ہے آپ اللہ کے ساتھ بھروسہ رکھیں اور اللہ ہی سے امید رکھیں، حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں یہ حضور علیہ السلام ہیں۔ (طبرانی کبیر ص ۱۲۹)

حضرت جبریل امین نے جو یہ فرمایا کہ میرا یہ دنیا میں آخری پھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ چونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہذا میں کسی نئی شریعت کے احکام لے کر نازل نہیں ہوں گا۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جبریل امین زمین پر نازل نہیں ہوئے تو قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تَنْزِيلَ الْكَلِمَاتِ لَكَ وَالرُّوحِ شَبَّاقِدْرٍ مِّنْ فَرَسَاتٍ أُرْوِجَ الْإِيمَانَ نازل ہوتے ہیں، جبریل امین لیلۃ القدر میں بعض خوش نصیب لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ مصافحہ کرتے ہیں اس

پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی، اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اوتیرے سوا کوئی تیسرا آدمی نہیں اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا۔ وَقَالَ لِمَا أَتَىٰ أَخِيكَ وَأُمَّتُكَ مَعَ النَّبِيِّينَ أَنْتُمْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ شرح الصدور ص ۳

ترجمہ اور مجھ سے کہا تو تیرا بھائی اور تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقیوں شہیدوں اور نیکوں میں سے بعد ازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ملک الموت آپ کے پاس مرغن وفات میں اس حال میں آئے کہ آپ کا سر مبارک حضرت علی کی آنکھوں میں تھا۔ ملک الموت نے اذن چاہا اور اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ حضرت علی نے ان سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، ہم لوگ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالحسن جانتے ہو یہ کون ہے یہ ملک الموت ہے آپ نے فرمایا (اے ملک الموت) رشکِ حالت میں داخل ہو جاؤ۔ جب ملک الموت داخل ہوئے انہوں نے کہا آپ کا رب آپ پر سلام کہتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ سے پہلے ملک الموت نے کسی اہل بیت کو سلام نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد کسی اہل بیت کو سلام کرے گا۔

خصائص کبریٰ ص ۱۲۹، مدارج النبوت ص ۵۵۲

ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا رب آپ کو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو شغلے کا ملہ دوں۔ اور کفایت کروں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو وفات دو اور بخش دو، آپ نے فرمایا میرا رب جو چاہے میرے ساتھ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں آپ ہمیشہ رہیں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ رب کی ملاقات کریں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کی ملاقات اور پھر جنت کو پسند کرتا ہوں۔ (علیہ ص ۳۹۱)



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا کہ زمین پر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہونا اور بے اجازت ان کی دھج تھپتی نہ کرنا پس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں حضور علیہ السلام کے دروازے پر آیا اور کہا السلام علیکم اہل بیت نبوت و معدن الرسالت و مختلف الملائکہ مجھے اجازت دو کہ میں تم پر خداوند تعالیٰ کی رحمت لاؤں اس وقت حضرت فاطمہ الزہراء حضور علیہ السلام کے سر پرانے تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی طبیعت ناسا نہ ہے لہذا اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی، ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی وہی جواب سنا، تیسری مرتبہ اجازت طلب کی اور اس مرتبہ بلند آواز سے اجازت طلب کی اس آواز سے گھر کا ہر فرد لرزہ برآمد ہو گیا اس آواز میں حضور علیہ السلام کو ذرا ہوش آیا اور آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، ساری صورت حال آپ کے سامنے پیش کی گئی، آپ نے فرمایا اے فاطمہ جاننی ہم یہ کون سے یہ لذات اور شہوات کو قطع کرنے والا، جماعتوں کو جدا کرنے والا ہے عورتوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سنا تو گریہ و زاری شروع کر دی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا بیٹی رو نہ نہیں تمہارے رونے سے عرش الہی کے اٹھنے والے فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اشک شونی فرمائی اور آپ کو بشارت دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی اور تو جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ اپنے فرزندوں کو لاؤ آپ نے حسین کو ہمیں کو آپ کی بارگاہ میں پیش فرمایا۔ انہوں نے جب اپنے نانا جان کو شدید درد و کرب میں مبتلا دیکھا تو رونا شروع کر دیا اور ان کے رونے سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔ (مدارج النبوت ص ۵۵۳)

جد محبوب پیارے دچھڑن کون رووے مڑ مقھوڑا

سب روگاں داروگ محمد حبس دانام وچھوڑا

پناہ خداوی قسم خداوی بڑے نہیں وقت جدایا

اگلے لوگ جدایاں کوکوں دیندے گئے نیں دباںیاں

ایک روایت میں ہے کہ جب ملک الموت اعرابی کی شکل میں آیا تو اس نے اندرانے کی اجازت طلب کی پس اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی السلام علیکم ایہا البنی خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں، حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرے پاس میرے بھائی جبریل امین نہ آئیں اس وقت تک میری روح کو قبض نہ کرنا اسی وقت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا اے جبریل ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے لیے بشارت لایا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مالک جہنم سے فرمایا کہ آج آئش و زینہ کو سرد کر دو کہ میرے محبوب کی روح مقدسہ آسمان پر آرہی ہے، حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہوجائیں فرشتوں کو حکم ہوا کہ صاف بستہ کھڑے ہوجائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوں اور قیامت کے دن آپ کی امت کے بارے میں خدا آپ کو اتنا دے گا۔ کہ آپ راضی ہوجائیں گے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین میں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے گئے کہ یا محمد یا رسول رب العالمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتے کی آواز سنا تھا جو کہتا تھا دا محمد اہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مقدسہ قبض ہوئی تو میں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر خوشبو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ قبض روح کے بعد میں نے حضور علیہ السلام کے سینے پر ہاتھ رکھا تو کسی جھونک میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں نے اپنے ہاتھوں کو کئی بار دھویا اور ان کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔

(مدارج النبوت ص ۵۵۳، معارج النبوت رکن چہارم ص ۳۳۵)

علاوہ انہیں جبریل امین بھی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے، چنانچہ علامہ عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ حضرت ابو رافع فرمایا کرتے تھے کہ کان جبریلؑ



عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَاقَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ عَلَى الْبَابِ ثُمَّ يَنْتَظِرُ مَنْ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَبِيَّكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ عَرَكَ مَوْتَهُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمَا وَلَا تَبْتَئُ حُلَاكَ دَرِيْدٍ حُلَاكَ يَدَا  
دَرِيْدًا يَقِفُ عَلَى النَّبِيِّ بِحَقِّ يَنْقُصِي لَوْحِي وَلَمْ يَدْعُ . (كشف الغمہ ص ۱)

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نبی پاک کے پاس آتے تو دروازے پر ٹھہر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سن کر پہچان جاتے پس جلدی سے باہر تشریف لاتے اور جبریل امین کو اپنے ساتھ گھڑیں لے جاتے اور اکثر یوں ہوتا کہ ان کے ساتھ دروازے پر رکھ رہتے تھے کہ وہ جی اختتام پذیر ہو جاتی اور وہ جبریل (گھڑیں) داخل نہ ہوتے۔

ان کے گھڑیں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں  
تدر دالے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت (ذوق نعت)

### اس کی قبر مبارک عرش الہی سے افضل ہے۔

اجماع امت اور اتفاق علماء سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام ملکوں اور شہروں سے افضل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں لیکن ان دونوں کی فضیلت میں ایک دوسرے کی نسبت اختلاف ہے تمام علماء کے اجماع کے بعد یہ ثابت ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو حضور علیہ السلام کے جسم مبارک سے لایا ہوا ہے وہ تمام اجزائے زمین یہاں تک کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی ٹکڑا تمام آسمان بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اگر تمام اجزائے زمین کو آسمان پر اس وجہ سے فضیلت دی جائے کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور زمین پر ہے تو موزوں ہے۔ مرفوع قبر شریف کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اختلاف اس میں ہے کہ بقیعہ مدینہ مکہ سے افضل ہے یا نہیں۔ حضرت عمر، عبدالرحمن عمر اور دیگر صحابہ کرام امام مالک اور مدینہ کے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے۔ اور بہت سے علماء مدینہ طیبہ کی افضلیت کے سلسلہ پر ان حضرات سے متفق ہیں۔ لیکن کعبہ شریف کا استثنیٰ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ مکہ سے سوائے کعبہ کے افضل ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ نکلا کہ قبر انور مطلقاً کعبہ اور مکہ سے افضل ہے۔ اور کعبہ منظر سوائے قبر شریف کے باقی شہر مدینہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ باقی مکہ سے افضل ہے۔ مدینہ طیبہ کی عمدہ فضیلتوں میں سے ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ خلاصہ ہزار ہزار

عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقہ منیفات یہیں ہے احادیث صحیحہ میں مختلف طریقوں سے واقع ہوا ہے کہ ہر آدمی کی پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان سببنا دفن بالمدینۃ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن بالمدینۃ اللہ خلق جنہا ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا تو اللہ کے رسول نے فرمایا جس مٹی سے اس کی پیدائش ہوئی ہے اسی مٹی میں دفن کیا گیا۔ (شرح الصدور ص ۱)

حضرت بلال بن لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ما بین مؤذنہ یؤذن الا کذا دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تربۃ الازھن الی مؤذنہ فیما نہیں کوئی پیدا ہوتا پیدا ہونے والا مکہ یہ کہ اس کی نافر میں اس زمین کی مٹی ہوتی ہے۔ جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۲)

یونکہ جہاں کسی نے دفن ہونا ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے اور مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی مرقہ انور کے علاوہ اکثر ان اصحاب اور تابعین کے مزارات میں لہذا مدینہ منورہ کی فضیلت اور شرف کے لیے یہی کافی ہے اور اس سے مدینہ منورہ کی افضلیت ثابت ہوگی۔ (جذب القلوب ص ۲)

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ : کسب جنتیں میں نشاہ مدینہ :  
سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھو کر : سوائے جنت کون جائے دیکھا چھو کر  
(ذوق نعت)





اس قسم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائص بیان کیے جائیں گے جن کا تعلق آپ کی انورہی زندگی کے ساتھ ہے۔

## اشفاقِ قبر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَدَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنِّي الْاَرْضَ فَتَجْلِسُ جَالِسًا فِي قَبْرِي فَيُفْتَحُ بَابُ اِلَى السَّمَاءِ وَيُجَالِسُ اِسْمِي حَتَّى اَنْظُرَ اِلَى الْعَرْشِ ثُمَّ يَفْتَحُ لِي بَابٌ مِنْ تَحْتِي حَتَّى اَنْظُرَ اِلَى الْاَرْضِ السَّابِعَةِ حَتَّى اَنْظُرَ اِلَى النَّارِ ثُمَّ يَفْتَحُ لِي بَابٌ عَنْ يَمِينِي حَتَّى اَنْظُرَ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ اَزَلِ اصْحَابِي ذَرَانِ الْاَرْضِ تَحْرُكَتْ فِي فُكْلَتِ لَهَا مَا لِكِ اَيْتَمَاءِ الْاَرْضِ نَفَقَاتِ اَنْ رَبِّي اَمْرٌ اَنْ اَلْبِقَى مَا بِي بَحْرِي. (تفسیر مظہری ص ۳۱۱)

ترجمہ: سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، میں اپنی قبر میں بیٹھ جاؤں گا میرے سر کے بالمقابل آسمان کی طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا، یہاں تک کہ میں عرش کو دیکھ لوں گا، پھر میرے نیچے میرے لیے ایک دروازہ کھولا جائے گا، یہاں تک کہ میں ساتویں زمین کو دیکھ لوں گا حتیٰ کہ تحت الشریعہ تک میری نظر پہنچ جائے گی۔ پھر میرے دائیں طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ حتیٰ کہ میں جنت اور اپنے صحابہ کے مکانات دیکھ لوں گا۔ اور زمین مجھ سے حرکت کرے گی، میں اُسے کہوں گا اے زمین تجھے کیا ہو گیا ہے پس وہ جواب دے گی، کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں اسے باہر نکال چھینوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح تخلیق میں اولیت کا سہرا آپ کے سر پہ ہے کہ اول ما خلق اللہ نورہی یا انوارہ بوبیت میں آپ نے سب سے پہلے نل فرمایا اسی طرح آخرت میں

بھی اولیت کا تاج آپ ہی کے سر پہ رکھا جائے گا اس طرح کہ سب سے پہلے آپ کی قبر مبارک کھلے گی، سب سے پہلے آپ کو سجدہ کا حکم ہوگا، سب سے پہلے آپ ہی سجدے سے سراٹھائیں گے، سب سے پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ سب سے پہلے آپ کی امت کا فیصلہ ہوگا۔ سب سے پہلے آپ اپنی امت کو پیکر پلٹھرا سے گزریں گے۔ اول حضور علیہ السلام ہی کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اول آپ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اول اول حضور علیہ السلام ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے۔

## اولیتِ افاقہ

قیامت کی ابتداء صور پھونکنے سے ہوگی، صور پھونکنے کا ذکر قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ صور دوم تیر پھونکا جائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ نَفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نَفِخَ فِيْهِ اٰخَرٰى فَاِذَا هُمْ بِقِيَامٍ يَنْظُرُ مِنْهَا

نحیبہ اور صور میں پھونکا جائے گا سب بے ہوش ہو جائیں گے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سوائے ان کے جن کا ہوش میں رہنا اللہ چاہے پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو وہ فوراً کھڑے ہو جائیں گے ہر طرف دیکھتے ہوئے۔

جب پہلے مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے (اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ) پھر زندہ تو مہر جائیں گے اور جو مہر چکے تھے ان کی روحوں پر مہرے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو مردوں کی روحیں ان کے بدنوں میں واپس آجائیں گی۔ اور جو بیہوش تھے ان کی بے ہوشی دور ہو جائے گی اور افاقہ ہو جائے گا۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو افاقہ ہوگا چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاصْفَقْ مَعَهُمْ فَا كُوْنُ اَدْلَ مَنْ يَفْتَقِنُ۔ ترجمہ: قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور ان کے ساتھ میں بھی بیہوش ہو جاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے شخص میں ہوں گا جس کو ہوش آئے گا۔ (مشکوٰۃ باب بدء الخلق)



## ملائکہ کی معیت

حضرت بیہ بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اس مجلس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، حضرت کعب نے فرمایا: -  
 مَا مِنْ يَوْمٍ يَطْلَمُ إِلَّا نَزَلَ سَبْعُونَ الْمَلَكَةَ حَتَّى يَحْفُوا بِبَقِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْفُسِهِمْ وَيَصَلُّونَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا أَمْسَوْا عَرَّجُوا وَهَبَطَ مِنْهُمْ فَصَعُوا مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَكْوَافُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ الْمَلَكَةَ يُرْفُونَ - (مشکوٰۃ باب الکرامات)

ترجمہ: کوئی دن طلوع نہیں کرتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے بازو قبر پر پھیلا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے دوسرے آجاتے ہیں۔ اور صبح تک یہی کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب کہ آپ کی قبر کھلی گی۔ اور آپ قبر سے برآمد ہوں گے اور ستر ہزار فرشتے رب کے محبوب کو بارگاہ رب العزت میں لے جائیں گے۔

یہ جتنے بھی فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتے ہیں ان کو ایک مرتبہ حاضر کا موقعہ ملتا ہے جو ایک مرتبہ آکر چلے جاتے ہیں ان کو قیامت تک دوبارہ آنے کی اجازت نہیں، جیسے کہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ لَا يَجُودُونَ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ یعنی قیامت تک دوبارہ نہ آئیں گے۔ (سیرت حلبیہ ص ۳۳۸)

اب ذرا غور کیجیے کہ فرشتے نور ہی ہم خاکی، وہ گناہ سے معصوم اور ہم گناہ کے پتلے لیکن اس کے باوجود ان کو صرف ایک مرتبہ روضہ انور کی حاضری نصیب ہوتی ہے اور ہم گناہگاروں کو حکم ہے کہ جب چاہو اور جتنی مرتبہ چاہو میرے محبوب کے روضہ انور کی زیارت کر لیا کرو کہ تم میرے

محبوب کی پیاری امت ہو۔

اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی عظمت شان اور رفعت قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے کہ جس قبر انور کی زیارت کے لیے فرشتے بے چین اور بے قرار رہتے ہیں اور ان کی آمد کا سلسلہ صبح و شام جاری ہے۔ وہ کیسی عظیم الشان ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ہر مومن اس بات کا خواہش مند رہتا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی حاضری کے مواقع زیادہ سے زیادہ نصیب ہوں بلکہ عشاق و روضہ انور کی جدائی کو ناقابل برداشت تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں: -

سایہ دیوار جانان میں ہو بستر خاک پر  
 آرزوئے تاج و تخت و سرسری اچھی نہیں  
 تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں  
 بستر لگا ہوا ہے جن کا تیسری لگی میں

لیکن بعض ناخلف مدینہ طیبہ کی حاضری کو ناجائز قرار دیتے ہیں بلکہ روضہ انور کی زیارت کے سفر کو گناہ تصور کرتے ہیں چنانچہ مولوی محمد اللہ واجو نے البعائر میں ابن تیمیہ کے عقائد مد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وَانْتَفَرُّ رَأَى الْبَرِّيَّةِ ذِي النَّبِيِّتَةِ الْمُعْصِيَةِ یعنی نبی پاک کی زیارت کا سفر گناہ ہے۔ یہ ہے عقیدہ ابن تیمیہ کا جس کو شیخ الاسلام کتھے ہوئے دیوبندی حضرات فخر محسوس کرتے ہیں، کیا ایسے بد عقیدہ انسان کے متعلق تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس کو رسول پاک سے محبت ہوگی، ظاہر ہے کہ ایسے نالائق کو نبی کیم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ یہ عبارت ابن تیمیہ کی بد عقیدگی، بد باطنی اور نبی سے عداوت پر دلالت کرتی ہے لہذا جو ارشاد و محبوب خدا لَا يُؤْمِنُ أُمَّةٌ كَرِهَتْ الْبَيْتَ مِنْ آلِهِ وَذَكَرَهُ وَأَقْبَسَ الْخَمِيْنُ یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ

لے مولوی عبدالقواب کشانی غیر متقلد (دوبئی) نے طبع المرام کے حاشیہ ۱۳۱ پر زیر حدیث ”نہیں باندھے جاتے کہا“ مکتوبات میں مسجد کے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ المدینہ میں مسجد لکھا ہے کہ صلح لوگوں کی قبروں اور فضیلت دلے مواضع کی طعن سفر کرنا حرام ہے۔ اس کے برعکس حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ انبیاء، صحابہ و تابعین، علماء اہل اُردو دنیا اللہ کی زیارت یعنی جن لوگوں کا دلچسپ زندگی میں موجب برکت ہے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں کی زیارت بہت برکت ہے اور اسی غرض کے لیے سفر کرنا درست ہے۔ (احیاء علوم الدین ص ۳۸، کیا نے سعادت ص ۲۲)

۱۳۱  
 لے ابن تیمیہ کا اسی عقیدہ کی بنا پر علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر کی ہے۔ (شرح شفا ص ۱۳۱)



ہو جاؤں۔ دیوبندی حضرات اس نام نہاد شیخ الاسلام کے ایمان کی خیر منائیں۔ ابن تیمیہ کے اس عقیدہ کا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصادم ہوتا ہے کہ حضور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
ترجمہ: جو شخص میری زیارت کو آئے اور اُسے سوائے اس کام کے دوسرا کوئی کام نہ ہو، مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیق بنوں۔ (کشف الغمہ ص ۲۲۹، جذب القلوب ص ۲۹۹)

ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ مَنْ جَاءَ رَأَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَ فِي رَفِيٍّ مَسْجِدِي كَيْتَبَتْ لَهُ حُجَّتَانِ مَبْرُورَاتَانِ جس نے مکہ شریف کاج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارۃ کا ارادہ کیا اس کی واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔ (جذب القلوب ص ۳۰۰) اور جو عقیدہ قرآن و حدیث سے متصادم ہو وہ باطل ہے۔ ابن تیمیہ کے ایسے ہی ایک دو عقیدے اور سنئے وہ کہتا ہے وَبِحُجُوزِهِ لِلْجَنِّبِ أَنْ يَصُحَّحَ

النَّاسُ فِئْلَةً فِي اللَّيْلِ جو شخص اپنی بیوی کے پاس جائے وہ بغیر غسل کے نفل نماز پڑھ سکتا ہے (البصائر ص ۱۰۰) مقصد یہ ہے کہ ایک پلید آدمی نہ پہلے بغیر نفل نماز پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں حالانکہ جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ذَكَرْنَا إِذَا صَلَّى بِنَجْوَى الْقُبْلَةِ أَوْ بِنَجْوَى طَهْرَةَ مَسْجِدِهِ أَوْ بِنَجْوَى طَهْرَةِ مَسْجِدِهِ أَوْ بِنَجْوَى طَهْرَةِ مَسْجِدِهِ

بغیر استقبال قبلہ کے یا بغیر پاکیزگی کے قصداً نماز پڑھے تو ال کلام کے نزدیک اس نے کفر کیا (نحوہ نماز نفل نے جب ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ میں فتویٰ دیدیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق شریف کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا سفر سعیت ہے جس میں نماز نذر نہ کرنی چاہئے۔ بنا بریں زائرین کے علاوہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح و شام آسمان سے اتر کر روضہ شریف پر حاضر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اسی سعیت میں مبتلا ہیں۔

ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام و مصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفتا کیا۔ علامہ برهان الدین الفراءح فرماریں نے قریباً چالیس خط کا مضمون لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب الدین بن حبیب نے اس سے اتفاق کیا۔ مصر میں بھی فتوے مذاہب اربعہ کے چاروں قضاة پر پیش کیا گیا۔ بدین جمادہ شامی نے لکھ دیا کہ مفتی یعنی ابن تیمیہ کو ایسے قاذوئی باطل سے بزرگوں تو توجیح منع کیا جائے اگر ہا نہ آئے تو قید کیا جائے۔ محمد بن

الجزیری انصاری حنفی نے لکھا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے قید کیا جائے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے کہا کہ اسے اس قسم کی زبردستی تو توجیح کی جائے کہ ایسے مفاسد سے باز آجائے۔ احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شہان

۷۶۶ھ میں دمشق کے قلعہ میں قید کیا گیا اور قید ہی میں ۲۰ ذیقعدۃ الحرام ۷۶۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوا۔ (دیسف العیون ص ۱۰۰)

ہو یا فرضی، (شرح عقائد ص ۱۵۶) شرح عقائد کی اس عبارت کا مقابلہ ابن تیمیہ کے عقیدے سے کیجئے تو ثابت ہوگا کہ اس شیخ بدنام کا عقیدہ کفر کی دعوت دیتا ہے۔

اسی البصائر کے اسی صفحہ پر ابن تیمیہ کا ایک عقیدہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ كُلُّ صَلَاةٍ تَرَكْتُهَا نَقَصْتُهَا لَهَا لَيْسَ بِلَا رِزْمٍ ہر وہ نماز جو جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے اس کی قضا ضروری نہیں۔

حالانکہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے اس پر فرعون ہے کہ قضا پڑھے اور پچھتے دل سے توبہ کرے تو یہ باج مقبول سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا تو یہ جب ہی صحیح ہے کہ قضا پڑھے۔

دیوبندی حضرات کو دعوت غرور و فکری جاتی ہے کہ وہ عقل سلیم اور فکر مستقیم سے سوچیں کہ جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں جہاں اس کا اسلام سے کیا تعلق رہ جاتا ہے اور اس کو شیخ الاسلام کہنا کہاں تک درست ہوگا۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے هُوَ رَجُلٌ عَظِيمٌ أَكْبَرُ مِنْ عَقْلِهِ حَتَّى ذُنُوبُ رَانَ مِنْ سَمِيهِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ هُوَ كَأَفْرَدٍ نَبِيٍّ ص ۱۱۶ حاشیہ ۲۳ البصائر ص ۱۵۶) وہ ایسا آدمی ہے جس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے کہ جو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔

دیوبند کو چاہئے کہ وہ ابن تیمیہ کو نہ شیخ الاسلام کہیں اور نہ کفر کا ارتکاب کریں امید ہے کہ ہمارے اس مشورے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے گا۔

## شفاعت

علامہ یوسف بن اسماعیل نہہانی نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت آٹھ قسم کی ہوگی ان میں سے پہلی شفاعت کبریٰ ہوگی جس سے تمام انبیاء اولیاء اصقیاہ صلحاء شہداء مؤمنین کفار مشرکین منافقین اور دھریہ قسم کے لوگوں کو یہ فائدہ پہنچے گا کہ ان کا حساب جلد شروع ہوگا ۱۔ شفاعت کبریٰ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مضطرب اور



پریشان ہو گئے اور آپس میں کہیں گے کہ کاش ہم کسی کو سفارش کے لیے تیار کرتے تاکہ وہ ہمارے پروردگار سے ہماری شفاعت کرتا اور ہمیں اس تکلیف سے نجات دلاتا چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے آدم (علیہ السلام) تم لوگوں کے باپ ہو خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنے بید قدرت سے بنایا تمہیں اپنی جنت میں رکھا تمہیں مسجود ملائکہ بنایا اور ہر چیز کے نام سکھائے تم اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو کہ ہمیں اس جگہ سے نکال کر راحت اور اطمینان بخشے حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میں شفاعت کے قابل نہیں ہوں پھر آپ کو اپنی لغزش یاد آجائے گی کہ آپ نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا لیا تھا آپ کہیں گے کہ نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے حضرت نوح کہیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں آپ کو اپنی خطا یاد آجائے گی کہ خدا سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا پس آپ اپنے پروردگار سے شرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے خدا نے کلام کیا اور انہیں تورات دی، لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں پھر وہ اپنی اس خطا کا ذکر کریں گے کہ آپ نے ایک قطبی کو مار دیا تھا پس اس وجہ سے خدا سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو خدا کے بندے اس کا کلام اور اس کی روح ہیں وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کہ ان کے اول اور آخر تمام گناہ بخش دیے گئے پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوں جاؤں گا اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو مسجد سے میں گر پڑوں گا جب تک خدا کو منظور ہو گا۔ میں مسجد سے میں ہی رہوں گا پھر فرمایا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسراٹھائے کہنے سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول ہوگی۔ مانگے دیا جائے گا پس میں سراٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش پیش کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں جنت میں پہنچاؤں گا اسی طرح تین مرتبہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی **حَسْبِيَ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا** اور یہ ہے کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا اور فرمایا یہی وہ مقام محمود ہے جس کا وعدہ خدا نے تمہارے نبی سے کیا ہے۔

اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔  
 ۱۔ شفاعت کبریٰ کا سہرا حضور علیہ السلام ہی کے سر پر ہو گا اور آدم علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور ان کو تمام نبی نوع انسان کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو محصوم نوریوں نے سجدہ کیا لیکن اس کے باوجود صاف صاف فرمادیں گے کہ انا لعیب من مقام الشفاعت میں مقام شفاعت سے بہت دور ہوں حضرت نوح علیہ السلام رب تعالیٰ کے وہ پیغمبر ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو سال دنیا میں رہ کر احکامات الہیہ کی تبلیغ کی ہے سینکڑوں سال راہِ خدا میں پتھر کھائے ہر روز اپنے خون میں نہانے والے ساہا سال خوفِ خدا میں رونے والے نبی ہیں لیکن آج شفاعت سے صاف انکار فرما رہے ہیں حضرت ابراہیم اللہ کے عیال میں آپ پر خدا نے ناز و نود کو گلزار بنایا آپ نے مرد و دیوں کے بتوں کو توڑ کر علم تو حید بنادیا آپ جہد الانبیاء میں لیکن آپ بھی شفاعت نہ کریں گے، اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صاف انکار فرمادیں گے، انہوں کا سب کی شکل امام الانبیاء کی بارگاہ میں حل ہوگی۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔

۲۔ عیسیٰ و نبی مسیح صغریٰ سے کہی کہیں بھی نہیں  
 یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے (اعلیٰ حضرت)

۳۔ تمام لوگوں کو مختلف نبیوں کی بارگاہ میں بھیجنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر اولاً ہی امام الانبیاء کی بارگاہ میں لوگ چلے جاتے اور آپ ان کی شفاعت فرمادیتے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دیتا، اگر ہم کسی دوسرے نبی کی پابندی تو وہ بھی ہماری شفاعت کر دیتے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو بڑے بڑے جلیل القدر نبیوں کے دروازوں پر پہنچایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آج کوئی بھی شفاعت کبریٰ کا اہل نہیں اور وہ ہستی جس کو شفاعت بکرے کا تاج زیب دیتا ہے وہ صرف اور صرف ذاتِ مصطفیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس سے امام الانبیاء کی رفعت قدر و منزلت، کہاں قرب تمام رسولوں، جمیع ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق پر فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزمِ معشر کا  
 کہ انکی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

۴۔ قیامت کے دن باعثِ صداقتِ حقانہ مقام محمود ہو گا جس پر حضور علیہ السلام فائز ہوں گے، مقام محمود کیا ہے اس کے متعلق حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **هُوَ الْمَقَامُ الَّذِي اَشْفَعُ فِيهِ اُمَّتِي** یہ وہ جگہ ہے جس میں کھڑے ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (روح المعانی ص ۱۱۱)



ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا میں مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا ایک انصاری نے عرض کی وہ کونسا مقام ہے آپ نے ارشاد فرمایا جب تمہیں ننگے بدن بے عتد کے لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھڑے پہنٹے جائیں گے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے خلیل کو کھڑے پہنٹاؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائے گی اور آپ عرش کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں انہی دائیں ہاتھ کھڑا ہوں گا کہ تمام اولین و آخرین رشک کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲)

ایک روایت میں ہے کہ خدا تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا۔ پس روح القدس جبریل امین کھڑے ہوں گے پھر خلیل اللہ اور بعد ازاں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کھڑے ہوں گے۔ اور آخر میں تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے آپ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔ یہی مقام محمود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲)

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لَنْ يَدْخُبَ تَحْتِي بَنِي اَنْ يَدْخُلَ مِنْ اُمَّتِي الْجَنَّةُ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِكُلِّ مَسْلُومٍ (منظہری ص ۴۲)

ترجمہ: بلاشبہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کروں یا یہ کہ میری آدمی امت بلا حساب داخل جنت ہو جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ ہر سلم کے لیے ہے۔ اور ترمذی شریف میں یہ ہے کہ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يَشْرِي اِلَّا بِاللهِ شَيْئًا اَوْ رِيهَ اِسْ اَدْمِي كَيْ يَلِيَهُ جِوَالِلهِ كَسَاةٍ كَسِي جِزْرًا شَرِيكًا نَهْ كَرَسَ۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لِكُلِّ بَنِي دَعْوَةَ يَدْعُوها فَاَرِيهَ اَنْ اُخْتَبِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَا اُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم شریف ص ۱۱)

ترجمہ: ہر نبی کو ایک خاص دُعا مانگنے کی اجازت دی گئی ہر نبی نے وہ دُعا مانگ لی پس میں چاہتا ہوں کہ اس دُعا کو چھپا لوں تاکہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی شفاعت کروں۔

### شفاعت کی دوسری قسم

حضور علیہ السلام کی امت کے بعض خوش نصیب آپ کی شفاعت سے بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ دَعَا فِي مَرْبِي اَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي سَبْعِينَ اَلْفًا لِاحْسَابِ صِلَتِهِمْ وَكَعَذَابِ مَحْ كَلِّ اَلْفٍ سَبْعِينَ اَلْفًا۔ (ترمذی ص ۶۶)

ترجمہ: میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میری امت سے ایسے ستر ہزار لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا جن پر نہ حساب ہو گا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ایسے ہی لوگ ہوں گے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي سَبْعُونَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتُمُونَ وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَفَقَامَ عَكَاشَةَ فَقَالَ اللهُ اَنْ يَجْلِسَ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتَ مِنْهُمْ۔ (مسلم شریف ص ۱۱۱)

ترجمہ: میری امت میں سے ستر ہزاروں بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سے لوگ ہیں فرمایا جو داغ نہیں لگاتے منتر نہیں پڑھتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہوئے عرض کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے فرمایا تو ان میں سے ہے ایک روایت میں ہے کہ میں قیامت کے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہوں گا، تو رب تعالیٰ کا ارشاد ہو گا۔

يَا مُحَمَّدُ ارْذِعْ رَأْسَكَ سَلَّ قَطْعَهُ وَوَأَسْتَنْفَعُ شَفَعَتَكَ ارْذِعْ رَأْسِي قَالُوا مَنْ اُمَّتِي يَا رَبِّ فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ادْخُلْ مِنْ اُمَّتِكَ مِنْ لَاحِسَابٍ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبَايِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَنْتَابِ الْجَنَّةِ۔ (روح المعاني ص ۱۲۱)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھائیے مانگے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، میں کہوں گا اے میرے رب میری امت پس کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف والے دروازے میں سے جنت میں داخل ہونے تیسری قسم کی شفاعت

بعض لوگ اپنے صفائے اور کبار کی بنا پر داخل جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے حضور علیہ السلام ان کی شفاعت فرمائیں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے چنانچہ علامہ روست بن اسماعیل نے لکھا ہے، کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام دو سبز علقے پہنے عرش کے پاس کھڑے اپنی جنتی اولاد کو جنت کی طرف اور دوزخی اولاد کو دوزخ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے اچانک وہ حضور علیہ السلام کے ایک امتی کو دیکھیں گے کہ فرشتے اس کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے وہ حضور کو اس کی اطلاع کرنے لگے



حضوران فرشتوں کے پیچھے دوڑیں گے۔ اور فرمائیں گے اے فرشتوں ٹھہر دو کہ میں گم اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے پھر حضور علیہ السلام بائیں ہاتھ سے اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر عرش کی طرف منہ کر کے کہیں گے الہی تونے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ توجھے میری امت کے بارے میں رسوا نہ کرے گا، اس پر عرش الہی سے ندا آئے گی کہ اے فرشتو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو پس اس گنہگار کو میزان کے پاس لایا جائے گا اور اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، حضور اپنی جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر اس کی نیکیوں کے پڑے میں رکھ دیں گے، تو نیکیاں زیادہ ہوجائیں گی اور اس کی نجات ہوجائے گی وہ حضور سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں اور یہ کاغذ کا ٹکڑا کیسا ہے آپ فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی ہوں اور یہ کاغذ وہ درود ہے جو تونے مجھ پر بھیجا تھا۔

(جو اہل الجمار ص ۳۵)

۷ ڈر تھا کہ عسلیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا  
دی ان کی رحمت نے صدایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

چونہی قسم کی شفاعت

بعض لوگ اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے حضور علیہ السلام ان کی شفاعت کریں گے اور ان کو دوزخ سے نکال کر داخل جنت فرمائیں گے چنانچہ جب بعض مسلمان اپنی شامت اجمال کے نتیجے میں داخل جہنم ہوں گے تو ایک دن ان سے مشرک کہیں گے کہ دنیا میں ہم میت پرست اور تم خدا پرست تھے لیکن آج ہم دونوں آگ میں جل رہے ہیں نہہاری توجید تمہارے کچھ کام نہ آئی اس پر خدا کا دریا نے رحمت بوش میں آئے گا اور حضور کو ان کی شفاعت کا اذن عام ہوگا کہ جس نے کلمہ توحید خلوں میت کے ساتھ پڑھا ہے اس کو دوزخ سے نکال کر داخل بہشت کر دیا جائے حضور علیہ السلام اہل جنت کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف تشریف لے جائیں گے جب بہنی دیکھیں گے کہ ہماری رہائی کے لیے نبی تشریف لا رہے ہیں تو زبان جمال سے کہیں گے۔

۸ لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف

خرین عسلیاں یہ اب بجلی گراتے جائیں گے

حضور علیہ السلام کی شفاعت سے وہ دوزخی جب دوزخ سے باہر آئیں گے تو ان کے جسم کو سٹے کی طرح سیاہ ہونے کے ساتھ حضور علیہ السلام عرض کریں گے الہی یہ تیری جنت کے قابل نہیں پہلے ان کو جنت کے

قابل بنا دے چنانچہ نہریات کا رخ اس طرف پھیر دیا جائے گا وہ سب جہنمی حضور علیہ السلام کے ارشاد سے اس نہر میں غوطہ زن ہوں گے ان کے جسم چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکنے لگیں گے اس طرح اپنے پیار سے مجرب کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر جنت میں ابدال آباد تک کے لیے آباد ہوجائیں گے۔

پانچویں قسم کی شفاعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض لوگ وہ ہوں گے کہ حضور ان کی شفاعت فرمائیں گے توحث میں ان کے درجات میں ترقی ہوگی۔

چھٹی قسم کی شفاعت

حضور علیہ السلام کی امت کے بعض مسلمان وہ ہوں گے کہ ان کے دامن صغیرہ گنہوں سے داغدار ہوں گے ان سے اطاعت خدا اور مصطفیٰ میں تقصیرات واقع ہو چکی ہوں گی ان کے نامہ اعمال میں کچھ خطائیں لکھیں اور کچھ کوتاہیاں ہوں گی، حضور ان کی شفاعت فرمائیں گے تو ان کی ساری خطائیں اور تقصیرات مٹا دی جائیں گی۔

ساتویں قسم کی شفاعت

کفار کے حق میں تخفیف عذاب کے واسطے آپ کی شفاعت قبول کی گئی ہے چنانچہ مسلم تشریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک کی بارگاہ میں عرض کی کہ آپ نے اپنے عجایب اب کو کیا نفع پہنچایا مگر آپ کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کے لیے کافروں سے لڑتا تھا حضور نے فرمایا کہ میں نے اسے یہ فائدہ پہنچایا کہ :-

وَجَدْتُهُ فِي عَمْرٍاءَ مِنْ الشَّارِفِ خَوَّجْتَهُ ابْنِي صُخْرٍ مِّنْ نَّارِ  
میں ڈوبا یا تو میں نے کچھ نہ گنوں تک کی آگ میں کودیا۔ (مسلم تشریف ص ۱۱۸)

ایک روایت میں ہے کہ لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرِكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ اِگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے گڑھے میں ہوتا۔ (بخاری تشریف ص ۱۲۸)

بخاری تشریف میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں تو یہ ابولہب کی باندی تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور کو دودھ بھی پلایا ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض (حضرت عباس) نے اسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا حال ہے ابولہب نے

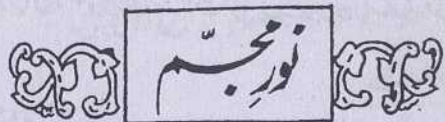


نے کہا تم سے بڑا ہو کہ میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں حضورؐ سے لڑا اور کیا تھا۔ (بخاری شریف ص ۲۲۳)

اگر کوئی اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے لَا يَخْفَىٰ عَنْهُمْ الْعَذَابُ كَافِرُونَ سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ البولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں نہ تصور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام قرظی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب البولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کیساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۹۹)

### آنکھوں پر قسم کی شفاعت

قیامت کے دن سرور کونین مشرکوں و کفریوں منافقوں اور کافروں کے بچوں کی شفاعت فرمائیں گے آپ کی شفاعت ان کے حق میں قبول کی جائے گی اور ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔



جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور جب رب کے حکم فیصلے سے فارغ ہوگا تو مومن کہیں گے خدا تعالیٰ نے ہمارے درمیان بے شک فیصلہ تو فرمایا اب بار خدایندہ میں ہماری سفارش کون کرے گا بعض ان میں سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کی طرف چلو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور اس سے ہم کلام بھی ہو ا پس حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے ہمارے درمیان ہمارے رب نے فیصلہ فرمایا اور فیصلے سے فارغ ہو گیا، اب آپ ہماری سفارش فرمائیں وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر مومن حضرت نوح کے پاس آئیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم کے پاس بھیجیں گے حضرت ابراہیم ان کو حضرت موسیٰ کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کو کہیں گے جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی کے پاس بھیجتا ہوں، چنانچہ سب مومن میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا کہ میں دربار خدایندہ میں کھڑا ہو جاؤں میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی، یہاں تک کہ میں رب کے دربار میں آؤں گا پھر میں سفارش کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِلْمُؤْمِنِينَ شِعْرًا وَيُحْيِي لِقَاءَهُمْ تَدْرِي أَرَادَ مَجْمَعِي أَمْ بَدِي أَمْ بَدِي أَمْ بَدِي أَمْ بَدِي  
نور بنا دیا جائے گا۔ پھر گفتار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا اب ہماری سفارش کون کرے گا، سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے وہ اس کے پاس آکر کہیں گے، مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری سفارش کر تو نے ہی ہیں گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہوگا اس کی مجلس نہایت بدبودار ہوگی پھر ابلیس ادباً کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور شیطان کہے گا۔ کہ فیصلہ ہو چکا کہ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعَدَ الْحَقُّ وَ

وَعَدَكُمْ وَوَسَخَّرْنَاكُمْ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُكْمٌ فَذُكِّرُوا بِنُورٍ مِّنْ لَّدُنِّي لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
کیا۔ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۲، جو اسرار البحار ص ۳۱) (طہرانی بحیرہ ص ۳۲، دارمی ص ۲۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور علیہ السلام کی نورانیت اور بشریت دونوں کو مانتے تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے ان کو حضور کی مجلس نصیب ہوگی۔ وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے۔ کہ آج تک انہوں نے ایسی خوشبو کبھی نہ سونگھی ہوگی وہ حضور علیہ السلام کی اس نوری مغل میں آکر اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، نورانیت مصطفیٰ کے قائل آج حضور کو سراپا نور دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس نورانیت سے اس قدر مستفیض ہوں گے کہ یَوْمَ تَنزَى الْمُوْمِنِيْنَ وَالْمُوْمِنَاتِ يَسْعَى خَوْفُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْ جَهَنَّمَ وَبِاطِنِهَا نَجْمٌ۔

قیامت کے دن نور دیکھے گا کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اوزان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔ ثابت ہوگا جو حضور علیہ السلام کو دنیا میں نور مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دن اہل نور ہوں گے،

- ۵ میں گدا تو با و شاہ بھر دے پیالہ نور کا
- نور دن دو ناتیرا دے ڈال صدقہ نور کا
- جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
- نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

(اعلیٰ حضرت )

لیکن جنہوں نے سرکارِ دو عالم کو حضرت عبداللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی جن لوگوں نے صرف آپ کی بشریت کو نور نظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطان کی گروہ قرار پائیں گے ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا وہ تاریکیوں کے سمندر میں مستغرق ہوں گے وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تمنا کریں گے۔ جیسا نجر خدا تعالیٰ ایشاد



فرماتے ہیں۔ یَوْمَ يَقُولُ الْمَلَائِقَةُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُوا نِعْمَتِنَا مِنْ  
ذُرِّيَّتِكُمْ اَلَيْسَ لِي مِنْكُمْ رَاغِبٌ اِلَىٰ طَيْفٍ تَدْرِي اُرْمِي سِرَّكَ بِالْوَلِّ مِنْ لَدُنْكَ قَدَرًا مِمَّا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
نور بنا دیا جائے گا۔ پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا اب ہماری سفارش کون کرے گا، بیٹے  
ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے وہ اس کے پاس آکر کہیں گے، مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری  
سفارش کرتے ہو ہی ہیں مگر کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہو گا اس کی مجلس نہایت بدبودار ہوگی پھر ابلیس ادنیٰ  
کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور شیطان کہے گا۔ کہ فیصلہ ہو چکا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَّكُمْ وَوَعَدَ الْحَقَّ وَ  
وَعَدَ تِلْكَ اَوْ تَخَلَّفَكُمْ بِهٖ ثَمَّ اللّٰهُ تَعَالٰی نَسَّ سَاجِدَہٗمَ کَمَا کَانَ لَہٗمْ وَاوَدَّ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوۡا  
کیا۔ (تفسیر مظہری ج ۲۶، جواہر البحار ص ۳۱۸) (طبرانی کبیر ص ۳۲، دارمی ص ۲۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور علیہ السلام کی نورانیت اور بشریت دونوں کو مانتے  
تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے ان کو حضور کی مجلس  
نعیب ہوگی۔ وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے۔ کہ آج تک انہوں نے ایسی خوشبو کبھی نہ سونگھی ہوگی وہ  
حضور علیہ السلام کی اس نوری محفل میں آکر اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے،  
نورانیت مصطفیٰ کے قائل آج حضور کو سراپا نور دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس نورانیت سے اس قدر مستفیض  
ہوں گے کہ یَوْمَ تَرٰی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی ذُوۡرُہُمْ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَبِاَیۡمٰنِہِمۡ۔  
قیامت کے دن تو دیکھ لگے گا کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔  
ثابت ہوا جو حضور علیہ السلام کو دنیا میں نور مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دن اہل نور ہوں گے،

۷ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا  
نور دن دو نایتی راوے ڈال صدقہ نور کا  
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا  
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

(اعلحضرت ۷)

لیکن جنہوں نے سرکار دو عالم کو حضرت عبداللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی  
جن لوگوں نے صرف آپ کی بشریت کو تو نظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی  
شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطان گروہ قرار پائیں گے ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا وہ تاریکیوں  
کے سمندر میں مستغرق ہوں گے وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تپا کریں گے۔ مینا نجر خدا تعالیٰ ارشاد

حضور علیہ السلام کو جو حوض دیا گیا ہے اس کا نام کوثر ہے اور یہ سب حوضوں سے بڑا ہوگا اور اس کا پانی سب  
سے زیادہ افضل اور اعلیٰ اور لذیذ ہے۔

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف  
ہوئے دیکھا کہ آپ حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے دائیں جانب پیارے خلیل اللہ ہیں اور ان کے ساتھ  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے ساتھ اور بھی بزرگ ہیں یہاں تک کہ آپ نے ستر بزرگوں  
کو دیکھا اور حوض کے آگے اپنے بعض بڑوسیوں کو بھی دیکھا ان کے سامنے برتن ہیں ان سے پوچھا کیا میں پانی پی  
لوں، انہوں نے کہا ہمیں رسول پاک سے اجازت لے لینے دو، آخر رسول کریم نے اجازت دی انہوں  
نے ایک پیالہ دیا آپ نے پیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی پلایا مگر وہ پیالہ انگلی کے پورے کے برابر ہی  
کم نہ ہوا وہ پانی دودھ سے زیادہ سفید برت سے زیادہ مٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

(البحر المحیط ص ۱۷۱)

علامہ ابن حجر نے حضور علیہ السلام کی اور بھی بہت سی خصوصیات میں جن کا تعلق قیامت کے دن  
سے ہے مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے یَطْوُونَ عَلَیَّ الْاَفْحَادِیْمَ كَاٰہَمِہُمْ لَوْلَا مَکْتُوۡنَ۔ میرے ارد  
گرد ہزار خدام ہوں گے اور وہ چھپے ہوئے توپوں کی طرح ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم نے ارشاد  
فرمایا اَلْحَمْدُ اَنَّ اَكْبَرَ اَعْظَمَ الْاَنْبِیَآءِ اَجْرًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن  
مجھے تمام انبیاء سے زیادہ ثواب ملے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اَمَّا تَرَضُّوۡنَ اَنَّ یَكُوۡنَ اِبْرٰہِیْمُ وِعِیۡشٰی بَیۡکُم  
یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ قَالَ اَلَا تَهْتَابُوۡنَ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَمَّا اِبْرٰہِیْمُ فِیَقُوۡلُ اَنْتَ دَعَوِیْ  
ذُرِّیَّتِیْ فَاَجْعَلِیْ مِنْ اُمَّتِکَ۔ (الشفاء شریف ص ۱۷۱)

ترجمہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ حضرت ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام قیامت کے دن تم میں سے  
ہوں پھر فرمایا وہ دونوں قیامت کے دن میرے امتی ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو کہیں گے، اے  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری دعا ہے اور میری اولاد ہے مجھے اپنا امتی بنالے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو



يُرْعَبُ رَأَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ حَتَّىٰ ابْتَرَاهُمْ (مسلم شریف ص ۲۴۳)

ترجمہ: تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظریں بھی مجھ ہی پر جمی ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں۔ ۱۔ ماوشما تو کیا خمیلیں جلیں کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

ہے غلیں اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش)



اس قسم میں نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائص بیان کئے جائیں گے جن میں بتایا جائے گا کہ بعض باتیں حضور علیہ السلام کے لیے تو جائز ہیں لیکن امت کے لیے ناجائز۔

## نماز عصر کے بعد آپ کو نماز نفل جائز ہے

ایک مرتبہ ظہر کے بعد والی دو رکعتیں آپ سے فوت ہو گئیں آپ نے ان دونوں رکعتوں کو عصر کے بعد نفل کیا پھر آپ نے ان رکعتوں پر موافقت کی یعنی ان دونوں رکعتوں کو اپنی ذات پر لازم فرمایا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصح وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان کے ساتھ اختتام ہے۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ نے نماز عصر ادا کی پھر آپ میرے مکان میں داخل ہوئے اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے وہ نماز پڑھی جس کو آپ نہیں پڑھتے تھے آپ نے فرمایا خالد میرے پاس آئے ظہر کے بعد جو دو رکعتیں میں پڑھا کرتا تھا ان کے پڑھنے سے انہوں نے مجھے غافل کر دیا۔ میں نے اب ان کو پڑھا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ جس وقت یہ دو رکعتیں ہم سے فوت ہو جائیں کیا ہم ان کو نفل کریں آپ نے فرمایا تم نفل نہ کرو۔

(خصائص کبریٰ ص ۴۲۳)

علامہ محمد بن یعقوب شیرازی صاحب قاموس نے لکھا ہے۔

وَكَانَ يَكُونُ إِدْمُ عَلَىٰ رُكْعَتَيْنِ بَعْدَ النَّصْرِ وَهَذَا مِنْ خِصَالِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُونُ فِي مَحَقِّ عَنِيهِ (سفر السعادت ص ۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام عصر کے بعد دو رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے



اور دوسروں کے لیے (ان دو رکعتوں کا پڑھنا) مکروہ ہے۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُنْفِئُ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَهَا.  
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کے پڑھنے سے (لوگوں کو) منع کرتے تھے۔  
(کشف الغمہ ص ۱۲۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نماز پڑھنا یہ صرف حضور ہی کے لیے جائز تھا۔  
کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عصر کے بعد نماز پڑھے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ  
سَاعَتَانِ مِنَ النَّهَارِ لَا تَصَلُّوهُمَا بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ  
إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ۔ (دارقطنی ص ۲۲۴)  
ترجمہ: دن کی دو ساعتوں میں نماز نہ پڑھو، نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے  
بعد سے غروب آفتاب تک۔

## صغیر لڑکی کو آغوش میں لیکر نماز پڑھنا

شیخین نے حضرت ابوقتاہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
نماز پڑھی اور آپ امام بنت زینب کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھے جس وقت آپ سجدہ کرتے  
تو امامہ کو دکھ دیتے تھے اور جس وقت آپ نیام فرماتے تو اس کو اٹھالیتے تھے بعض علماء نے  
لکھا ہے کہ یہ امام آپ کے خالص میں سے ہے اس کو ابن حجر نے بخاری کی تخریج میں نقل فرمایا ہے۔ (خصائص

## غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا جنازہ حضور علیہ السلام نے

نے پڑھا۔ چنانچہ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَى  
النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ حَوَّجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.  
ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ  
نجاشی کے مرنے کی خبر سنی روزی جس روز فوت ہوئے آپ عید گاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھا  
اور چار تکبیریں کہیں۔ (بخاری شریف ص ۲۱۶)

بعض کتب میں ہے کہ معاویہ بن معاویہ مرنے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں وفات  
پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھائی۔

ان احادیث سے بعض لوگوں نے نماز جنازہ غائبانہ کا استدلال کیا ہے اور لکھا ہے  
کہ امت کے لیے بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال احناف کے نزدیک متعذر  
وجوہ سے درست نہیں۔

مفتیان دین تہیں اور فقہائے کرام نے جنازہ کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔  
شَرَطُ صِحَّهَا كَوْنُهَا مَوْضُوعًا أَتَمَّ الْمُصَلِّي دُونَ هُنَاتِ لَوْ أَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَى  
غَائِبٍ مُطْلَقًا۔ ترجمہ: نماز جنازہ کی شرائط صحت سے ہے جنازہ کا نمازی کے آگے رکھا ہونا اسی لیے  
ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلق کسی غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ  
ہے کہ اِنَّ اَبَا حَنِيفَةَ لَا يَقُولُ بِجَوَازِ الصَّلَاةِ عَلَى الْغَائِبِ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ  
جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

حضور علیہ السلام مسلمانوں کی نماز جنازہ بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے اگر کسی وقت رات  
کے اندھیرے یا دوپہر کی گرمی یا حضور علیہ السلام کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ کرام نے حضور پر نذر  
علیہ السلام کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرمایا اَلَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ عَوْنِي لَجَنَاتِي كُمْ اِيسَانًا كَرُوْا  
مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔ (ابن ماجہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز  
کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو اس لیے کہ اِنَّ صَلَاتِيْ عَلَيْكُمْ رَحْمَةٌ مِّمِّي



نماز اس پر واجب رحمت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةً بِمَكَائِلِ أَهْلِهَا ظَلَمَةٌ دَرَفِيٌّ أَكْبَرُهَا بِصَلَاتِكَ عَلَيْهِمْ** بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور میں انہیں اپنی نماز سے روشن کرتا ہوں، مسلم ۱۲/۲۸۸

باوجود اس قدر اتہام کے حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں سینکڑوں صحابہ کرام نے دوسری جگہوں پر وفات پائی مگر کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ آپ نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو۔ کیا وہ آپ کی رحمت کے محتاج نہ تھے کیا حضور ان پر مہربان نہ تھے کیا آپ ان کی قبروں کو اپنی نماز سے پُر نور نہ کرنا چاہتے تھے کیا جو مدینہ منورہ میں مرتے انہیں کی قبریں محتاج نور ہوتیں اور جگر اس کی حاجت نہ تھی یہ سب باتیں باطل ہیں حضور علیہ السلام کا ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے۔

دیکھئے واقعہ بزمونہ میں مدینہ طیبہ کے شہر جگر پارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کفار نے دفنا بازی سے شہید کر ڈئے حضور علیہ السلام کو ان کا سخت شدید رنج و الم ہوا ایک مہینہ کامل کفار ناسخوار پر خاص نماز کے اندر نلت فرماتے رہے مگر ہر گز منقول نہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں تو پھر حضور علیہ السلام نے نجاشی اور معاویہ مزنی کا جنازہ کیوں پڑھا۔ جہاں تک نجاشی کے جنازہ کا تعلق ہے تو علماء نے اس کی متعدد وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

**وجہ اول:** نجاشی کا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے تھا، غائب نہ تھا جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی پاک نے فرمایا تمہارے بھائی نجاشی نے وفات پائی اٹھو اس پر نماز جنازہ پڑھو پھر حضور کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور علیہ السلام نے چار تجکیں کہیں **ذَهْمٌ لَا يَنْظُنُّونَ إِلَّا أَنْ جَاءَتْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ** صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس کے سامنے

(عمدة القاری ص ۲۵ جلد ۱)

ایک روایت میں ہے **فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَتَحَنَّنَا نَزَى** اَلَا أَنْ الْجَنَازَةَ قَدْ آمَنَّا هُمْ نَعَى حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی ادم ہی امتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

ایک روایت میں ہے **كُنِفَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ سِبْرَانِ النَّجَاشِيِّ حَتَّى مَرَّ أَكَا دَمَلَتْ عَلَيْهِ نَجَاشِي** کا جنازہ نبی کریم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی

**وجہ دوم:** نجاشی کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی اس لیے حضور نے مدینہ میں اس کی نماز پڑھی۔

**وجہ سوم:** بعض لوگوں کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ ایک منافق نے کہا کہ حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی گئی۔ آپ نے ان کی غائبانہ نماز ادا کر کے یہ واضح کر دیا کہ وہ مسلمان تھے لہذا یہ نماز صرف نجاشی کے ساتھ خاص ہوئی اس سے ہر غائب کے لیے نماز ادا کرنے کے جواز کا استدلال درست نہیں

**وجہ چہارم:** امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف گئے ہیں کہ غائب شخص پر نماز پڑھنا آپ کے خصائص میں سے ہے اور اس پر نجاشی کی نماز سے دلیل پیش کی ہے اور کہا ہے کہ آپ کے سوا کسی کو ایسی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۶)

جہاں تک معاویہ مزنی کے جنازے کا تعلق ہے تو وہ بھی حضور علیہ السلام کے سامنے تھا چنانچہ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب اسرائیل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا رسول اللہ معاویہ بن مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔ **أَتَجِبُ أَنْ أُطَوِّعَ لَكَ الْأَرْضَ نَفْسِي عَلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَصَنَّا بِمَجْجَأِهِمْ عَلَى الْأَرْضِ فَرَفِعَ لَهُ سَبِيْرُهُ نَفْسِي عَلَيْهِ وَخَلْفَهُ صِقَانٍ مِنَ الْمَسْكَانِ كُلِّ مَسْفٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ** (عمدة القاری ص ۲۵)

ترجمہ، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے زمین لیٹ دوں تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں فرمایا ہاں جبیل نے زمین پر اپنا پیر مارا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے ہو گیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں شتر ہزار فرشتے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ :-

**وَضَعُ جَنَاحَهُ الْإِيْمَنَ عَلَى الْجَبَالِ فَأَوَّضَتْ وَوَضَعُ جَنَاحَهُ الْإِيْسَرَةَ عَلَى الْأَرْضِ فَبَيْنَ فَتَوَّاضَعَتْ حَتَّى نَفَسْنَا إِلَى مَكَّةَ وَالْمَسْكُورَةَ فَصَلَّى عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعُوا إِلَى**



وَالشَّكَايَةُ سَجْرِيْلٌ نَبِيٌّ اِنْبَاءُ اَهْلِيْ اِيْمَانٍ بِرُكْعَاتِهِ وَرُكْعَاتِهِ بِرُكْعَاتِهِ وَرُكْعَاتِهِ بِرُكْعَاتِهِ  
 یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ میں نظر آنے لگے اس وقت رسول اللہ جبریل امین اور فرشتوں نے اس پر نماز پڑھی  
 ایک روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل نے عرض کی کیا  
 حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں، فرمایا ہاں فَصَرَ بِيْ جَنَاحَهُ الْاَكْبَرُ فَاَتَمَّ بِسُجُوْدِهِ دَلَاكِمَةً  
 الْاَكْبَرُ فَصَفَّتْ ذُرِّيَّتُهُ مِثْلَ مِثْرَةٍ حَتَّى نَفَسَ اِلَيْهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ لِيَسْجُرَ جِبْرِيْلُ فِي زَمِيْنٍ يَّرِيْهَا  
 مارا کوئی درخت اور ٹیلا نہ رہا جو پست نہ ہو گیا اور اس کا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے بلند کیا گیا یہاں  
 تک کہ آپ نے اس کو دیکھ لیا پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

چونکہ جنازہ آپ کے سامنے ظاہر ہو گیا لہذا نماز غائب پر نہ ہونی بلکہ حاضر پر ادا  
 کی گئی اس لیے اس حدیث سے بھی غائب نماز جنازہ کی دلیل ثابت نہیں ہوتی۔ اگر بعض ممال کسی طرح  
 ثابت بھی ہو جائے تو یہی کہا جائے گا کہ غائب پر نماز جنازہ پڑھنا امام الانبیاء کے خصائص میں سے ہے  
 آپ کے سوا کسی کو غائب پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ از ص ۶ تا ص ۹ اختصاراً)  
 فقہائے حنفیہ نے غائب پر نماز جنازہ پڑھنا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات  
 میں شمار کیا ہے۔ یہ خصوصیت اس لحاظ سے ہے کہ کوئی دوسرا ایسی میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھا  
 سکتا جو اس طرح سامنے موجود ہو کہ اسے ہر کوئی دیکھ سکے ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ جنازہ حضور  
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود نہ ہوتا تھا بلکہ احادیث اور تصریحات فقہائے ثابِت ہے کہ میت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہوتی تھی۔

صَوْمِ وَصَالِ

عَنْ اِبْنِ عَمْرٍوَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاخِلًا فِيْ رَمَضَانَ تَوَاصَلَا  
 النَّاسُ فَنَهَاهُمْ فَمَقِيْلٌ لَّهٗ اَنْتَ تَوَاصِلٌ قَالَ رِافِيٌّ لَمَّا سَأَلْتُمْ اِبْنِ عَمْرٍوَ اَسْتَفِيَا  
 (مسلم شریف ص ۳۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان پاک میں حضور نے روزے پر روزہ  
 رکھنا شروع کر دیا لوگوں نے بھی ایسے ہی روزے رکھنے شروع کر دیئے حضور علیہ السلام نے ان کو منع  
 فرمایا آپ سے کہا گیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا جاتا ہوں  
 اور پلایا جاتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے اَيْتُكُمْ وَشَيْخِي رِافِيٌّ اَبِيْتُ يَطْعُمُنِي مَرَّةً يَوْمًا يَوْمًا فِي مِيْرٍ  
 مثل کون ہے میرا رب مجھے رات کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری ص ۳۳۹)۔  
 علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کھانے اور پینے سے مراد حقیقت ہے  
 آپ کے واسطے کھانا اور پانی جنت سے آتا تھا اور جنت کا کھانا کھانے والا نظر نہیں کرتا اور ایک  
 مطلب اس حدیث کا یہ لیا گیا ہے کہ آپ میں کھانا کھانے والے کی اور پانی پینے والے کی قوت پیدا کر دی  
 جاتی تھی۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۲)

ذرا اس حدیث پر غور کرو کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرما رہے ہیں کہ تم میں  
 سے کوئی بھی میری مثل نہیں ہو سکتا ان صحابہ کرام میں سیدنا صدیق کبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر  
 یارِ غار موجود ہیں، جن کے متعلق خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے صدیق اکبر! حضرت آدم سے لے کر  
 میری بعثت تک تمام مومنوں کے برابر اللہ نے مجھے ثواب عطا کیا اور قیامت تک جتنے لوگ مجھ پر لیا  
 لائیں گے ان سب کے برابر خدا تجھے ثواب دے گا۔ (الریاض النضرہ ص ۱۶)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے ارشاد فرمایا کہ میں نے  
 سنا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَبْاْتُكَ اَنْ  
 تَسْتَشِيْرَ اَبِيْكَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَيْ كُوْحَمُ وَيَا هُوَ كَبُوْحَرُ صَدِيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمُوْرَهٗ كَرِيْمًا  
 (تاریخ خلفاء ص ۳)

اتنی عظمت اور شان کے مالک ہوتے ہوئے بھی صدیق کبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی ہمسری کا دعویٰ  
 نہیں کیا تو پھر چودھویں صدی کا کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو کس طرح سرور کونین علیہ السلام  
 کی مثل ہو سکتا ہے۔ افسوس صد افسوس مولوی اسماعیل دہلوی پر جو اپنی کتاب تقویت الایمان ص ۳ پر  
 لکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے بھائی جیسی تظہیر کرنی چاہیے۔



## آپکو اجنبیہ کیساتھ خلوتِ جاہلِ تمہی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ام حرام بنتِ سمان کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھی اور ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں (ایک دن حسبِ عادت، رسول خدا ان کے ہاں تشریف لے گئے اور انہوں نے حضرت کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر میں وہ جوئیں دیکھیں لگیں پھر رسول خدا سو گئے اس کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے کہا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پیش قدمی کئے وہ اس دریا کے بیچ سواریوں میں وہ تخت نشین بادشاہ ہیں یا مثل تخت نشین بادشاہوں کے ہیں۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کی آپ اللہ سے دعا کریں وہ مجھے ان میں سے کر دے۔ پس رسول خدا نے دعا کی، اس کے بعد آپ نے اپنا سر (تکیہ پر) رکھ لیا اور سو گئے اس کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا (اب کی مرتبہ خواب میں، میری امت کے لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش قدمی کئے جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا ام حرام کہتی ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں سے ہو۔ چنانچہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں سمند میں سواریوں پر جب سمند سے باہر آئیں تو اپنی سواری کے جانور سے گر پڑیں اور فوت ہو گئیں۔ (بخاری ۱۳۶، مسلم ۱۴۱)

اس حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ حضرت ام حرام آپ کے سر میں جوئیں دیکھتی تھیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر اقدس میں واقعی جوئیں تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ ام حرام آپ کے سر مبارک کو ایسے دیکھتی تھیں جیسے جوئیں تلاش کرتے وقت دیکھا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک یا کپڑوں میں کبھی بھی جوئیں نہ تھیں جیسے کہ شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ در بعضے احادیث واقع شدہ کہ کان یغشی قلوبہ مراد ہاں حقیقت نیست یعنی بعض حدیثوں

میں جو وارد ہوا ہے کہ آپ اپنے کپڑوں سے جوئیں دیکھتے تھے اس سے حقیقت مراد نہیں ہے۔ (مدارج ص ۱۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پتہ تھا کہ ام حرام بنتِ سمان کا انتقال فلاں جگہ فلاں زمانہ میں فلاں وقت ہو گا، اسی لیے تو آپ نے دوسرے لشکر میں ان کی شمولیت کی دعا نہیں مانگی، اور یہ باتیں علوم غمہ سے تعلق رکھتی ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے آپ کو علوم غمہ عطا فرمائے تھے جیسے کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے علامہ یوسف بن اسماعیل نے یہاں فرماتے ہیں کہ ذَهَبَ بَعْضُهُمْ إِلَى أَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْقَىٰ عِلْمَهُ النَّخَسِ أَيْضًا وَعِلْمَهُ وَقَتِ النَّسَاءِ وَالنَّوْزِ بِرِزَاتِهِ أَوْ بِرَبِّكُمْ ذَالِكَ (دواہر البخاری ص ۱۱۱)

ترجمہ: بعض اس طرف بھی گئے ہیں کہ رسول خدا کو پانچوں علم اور قیامت کے وقت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے لیکن آپ کو ان علوم کے چھانے کا حکم ہوا۔ علوم غمہ کی مکمل تفصیل ہماری کتاب "بدر الکبریٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔

## چار سے زائد شادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں ان امہات المؤمنین کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد ۲۔ عائشہ بنت ابی بکر ۳۔ حضرت حفصہ بنت عمر ۴۔ حضرت ام سلمہ بنت ابی سلمہ ۵۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان ۶۔ حضرت سوودہ بنت زمعہ ۷۔ حضرت زینب بنت جحش ۸۔ حضرت سمونہ بنت حارث ۹۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ۱۰۔ حضرت جویریہ بنت الحارث ۱۱۔ اور حضرت صفیہ بنت حبیبی بن اعطب رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ بیک وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں رہی ہیں۔ علامہ قسطلانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی مکرم کے لیے ننانوے عورتیں حلال کی گئیں یعنی آپ کو ننانوے عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت تھی۔

علامہ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اجازت تھی کہ آپ عینی عورتیں چاہیں اپنے نکاح میں لیں اور یہ بعض دوسرے انبیاء کی بھی سنت ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام







پر فوراً طلاق واجب ہے۔ (سیرت علیہ السلام ص ۳۳۶، خصائص ص ۶۳۹، جواہر البحار ص ۶۳۹، کشف الغم ص ۳۹)  
 آپ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ بیوہ عورت کے نابالغ بچے کو اس کا ولی بنا کر اس عورت سے شادی کر لیں، چنانچہ آپ نے حضرت ام سلمہ سے ایسا ہی نکاح کیا۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے خاندان بولوسلماء ایک دن رسول خدا کی بارگاہ سے ہو کر آئے اور خوشی خوشی فرمانے لگے آج تو میں نے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس سے میں بہت خوش ہوا ہوں، وہ حدیث یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے اَللّٰهُمَّ اجْرِنيْ مِنْ مَّصِيبَتِيْ وَ ادْخِلنيْ خَيْرَ اَمْرٍ مِّنْهَا خذِ ليْ مَجِيْئِيْ اِسْمِيْتِيْ مِثْلَ اسْمِ رَسُوْلِكَ عَطَفَا فَا تَوَلَّاهُ تَعَالَى اس کو اجزاؤں اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے اس دعا کو یاد کر لیا جب حضرت ایوب علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو میں نے اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا لِيَوْمِ الرَّجْعِيْنَ پڑھا اور اس دعا کو بھی پڑھ لیا لیکن مجھے خیال آیا کہ جھلا ابو سلمہ سے بہتر شخص مجھے کون مل سکتا ہے جب میری مدت گزر گئی تو ایک روز میں ایک کھال کورنگ دے رہی تھی کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اپنے ہاتھ دھویے اور کھال کورکھ دیا اور حضور نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے آپ کو ایک گدی پر بٹھا دیا آپ نے مجھ سے نکاح کرنے کی درخواست کی، میں نے عرض کی کہ یہ تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں بڑی باغیرت عورت ہوں دوسرے میں عمر رسیدہ ہوں، تیسرے یہ کہ بال بچوں والی ہوں، آپ نے فرمایا سنو ایسی بیجا غیرت اللہ تباری و ذر کر دے گا۔ اور عمر کچھ میں بھی چھوٹی عمر کا نہیں اور تمہارے بال بچے میرے بال بچے ہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا پھر مجھے کوئی عذر نہیں، چنانچہ میرا نکاح حضور علیہ السلام کے ساتھ اس طرح ہو گیا کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے لڑکے کو کہہ کہ وہ تیرا نکاح میرے ساتھ کر دے حالانکہ وہ لڑکا نابالغ تھا۔ (پارہ دوم ابن کثیر ص ۱۱، جواہر البحار ص ۶۳۹، کشف الغم، نزہۃ المجالس ص ۲۹)

## سہم صفی

آپ کے من جملہ خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر غنیمت کے مال

میں آپ کے لیے سہم صفی تھا مطلب یہ کہ غنیمت کا مال تقسیم ہونے سے پہلے جس چیز کو آپ چاہیں، اپنی ذات کے لیے منتخب فرمائیں چنانچہ جب بنو قریظہ غلام بنائے گئے اور وہ غلام اور لونڈیوں کی حقیقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کئے گئے تو ان میں ایک لونڈی تھی جس کا نام ربجانہ بنت زید تھا آپ نے اپنے لیے اس کو چن لیا اور بعد میں دوسرے برادریے تقسیم کئے گئے۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۳۱)

علاوہ ازیں ایک مرتبہ آپ نے تقسیم غنیمت سے پہلے ایک تلوار کو اپنے لیے چن لیا جو بعد میں ذوالفقار کے نام سے موسوم ہوئی۔

(خصائص ص ۶۳۱)

## امت کی طرف قربانی

کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی دے۔ سوائے امام الانبیاء کے کہ آپ اپنی امت کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ اِنَّهُ صَنَعَ بِكَئْسٍ فَقَالَ هَذَا عَمِّيْ لَمْ يُصَوِّحْ مِنْ اُمَّتِيْ اَوْ اَبُو بَكْرٍ فَفَعَلَ فَاَنَّكَ تَقْتَدِيْ بِمَا قَدَّمَ

ذبح کیا اور کہا یہ میرے اس امتی کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (ترمذی ص ۱۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک مینڈھا ذبح کر کے فرمایا اَللّٰهُمَّ نَقِبْ لِيْ مِنْ مَّحْتَدِ وَاٰلِ مَحْتَدٍ وَ مِنْ اُمَّةٍ مَّحْتَدَةٍ صِلِ اللّٰهُ عَلَيِّ رِسْطًا

ترجمہ :- الہی اس کو میری طرف سے میری آل اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

(مسلم شریف ص ۱۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک مینڈھا ذبح کر کے فرمایا هَذَا عَمِّيْ وَ عَمَّتِيْ لَمْ يُصَوِّحْ مِنْ اُمَّتِيْ يَرِ قُرْبَانِيْ مِثْرِيْ اَوْ مِثْرِيْ اَمْتِيْ كَمَا اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

(الوداد و کتاب الاضاحی ص ۱)



## آپکو، بخو کر نیوالے کا قتل جائز ہے

حضرت برائین عازب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے چند انصار کو بوراف یہودی کے پاس بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عقبہ کو امیر بنایا اور اف بوراف رسول خدا کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ کے نقصان پر کھرتے رہتا تھا اور وہ اپنے اس قلعے میں جو زمین حجاز میں تھا رہتا تھا۔ جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچے اس وقت سورج چھپ چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لایچکے تھے، عبداللہ بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں جاتا ہوں دربان سے کوئی لطیف جملہ کروں گا، شاید میں اندر چلا جاؤں، پھر قلعہ کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گیا پھر اپنے کپڑوں میں اپنے آپ کو اس طرح چھپایا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے قلعہ والے اندر جا چکے تھے دربان نے عبداللہ کو (بخیال اس کے کہ یہ بھی قلعہ کا آدمی ہے، آواز دی اسے اللہ سے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا کیوں کہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر چلا گیا جب سب آچکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھنٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا پھر نہیں لے کر دروازہ کھولا۔ اور اف کے پاس کہانیاں ہو کر تھیں اور وہ اپنے بالاخانہ پر رہتا تھا جب اس کے پاس سے کہانیاں کہنے والے پھلے گئے میں اس کی طرف چڑھ گیا۔ میں جب کوئی دروازہ کھولتا تو اندر کی جانب سے اس کو بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا تھا) اگر لوگ مجھ سے واقف بھی ہو جائیں گے، تو اور اف کے مارنے سے پہلے مجھ تک نہ آسکیں گے جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ ہے۔ میں نے اور اف کہہ کر آواز دی اس نے جواب دیا کون میں جواب کی طرف لپکا میں نے ڈرتے ڈرتے اس پر وار کیا مگر وہ خالی گیا اور وہ چلانے لگا میں مکان سے نکل کر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے کہا اسے اور اف یہ آواز کیسی تھی اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے مجھے ابھی تلوار ماری تھی عبداللہ کہتے ہیں پھر میں نے ایک بھر یور وار کیا،

اس سے بھی وہ قتل نہ ہوا پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے سپٹ پر رکھ دی تب میں نے جانا کہ میں نے اُسے مار دیا ہے پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا ازینہ تک پہنچ گیا اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر آگیا ہوں پاؤں رکھا چاندنی رات میں میں نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں اسے اپنے علم سے باندھ کر نکلا اور دروازہ پر یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ میں آج رات نہ نکلوں گا جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ میں نے اسے مار دیا ہے۔ جس وقت مرغ بولا موت کی خبر سننے والا دیوار پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اور اف اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جلد چلو اللہ نے اور اف کو قتل کر دیا ہے، میں نے رسول خدا کے پاس آکر یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا اَبْسَطُ رَجُلًا مَبْسُطًا رَجُلًا فَمَسَحَ بِكَفِّهَا لَمْ اَسْتَنْكُهَا فَطَمَّ اِنَا بِاَدْوَانِ پھیلا۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا (اور وہ ایسا ہو گیا) جیسے مجھے کبھی اس کی تکلیف نہ تھی۔

(بخاری مصری ص ۱۸)







اور کافر کی پہچان نہ ہوگی کیوں کہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

معترضین کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ان کو سبالی کہنا طعن کے طور پر ہوگا، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ جنہی کافر سے قیامت کے دن کہا جائے گا ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَجِبُ ذٰلِكَ بِمَا عَدَبْتَ نَفْسًا تَكْفُرُ اور فرشتوں کا یہ عرض کرنا کہ آپ ان کو نہیں جانتے، ان مرتدین کو غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا پھر غمگین بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اِنَّمَا ذٰلِكَ مِمَّا كُفِرْتُمْ بِهَا قیامت کے دن کیسے بھول جائیں گے ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ نیز آج تو حضور علیہ السلام نے جنتی جنہی لوگوں کی خبر دے دی عشرہ مبشرہ کو بشارت دی دوکتہ میں صحابہ کرام کو دکھائیں جن میں جنتی اور دوزخی لوگوں کے نام تھے وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنی؟ مولوی قاسم نانوتوی نے تحریر لکھا ہے۔ علوم اولین مثلاً اور میں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اولین میں ملائکہ بھی آجاتے ہیں پھر ملائکہ کو تو خبر ہے کہ یہ مرتد ہیں، حضور علیہ السلام کو خبر کیسے نہ ہوگی۔ جبکہ آپ کا علم ملائکہ بلکہ جمیع مخلوق سے زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِّحُوْا لِلّٰهِ حَمْدًا مِّمَّا رَزَقَكُمْ مِنْهُ سُبْحًا وَنَهْيًا وَتَوْبًا لِّمَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ یعنی سجدوں کے اثر سے ان کی نشانیاں ان کے سپرد پر ہوں گی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَتَلَمَّحُ مِنْ عَلٰى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتُهُ عَدَاةً وَهَشِيَّةً فَيَعْرِضُ لَهُمْ سِيَمَاهُمْ وَاَعْمَالُهُمْ فَلْيَدْلِكْ يَتَّبِعُهُمْ عَلَيْهِمْ۔ وَقَالَ قَتَادَةُ الْخَلَاءِ بِكُلِّهُمْ (منظہری مؤید)

ترجمہ، حضور علیہ السلام ہر صبح شام حضور کی امت پیش کی جاتی ہے اور حضور اپنے ہر امتی کے چہرے اور اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اسی علم کامل کے باعث حضور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر ساری مخلوق پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ منظر میں چند لوگ حضور علیہ السلام پر ایمان

لے آئے سین جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو وہ لوگ مرتد ہو گئے اور کفار کے ساتھ جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابل آئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ان کے بارے میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَوْمَهُمْ الْمَلَائِكَةُ لَا يَحِىُّ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا اِنَّمَا كُنْتُمْ مِّنْ سَفِيْحِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اَلَمْ نَكُنْ اَرْضًا مِّنْ قَبْلِهٖۤ اَوَّلَآءِكَ مَا دَاہُمْ جَهَنَّمَ مَآءٌ سٰٓءًا مَّصِيُوْرًا۔

ترجمہ: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کا ہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت بڑی جگہ پلنے کی۔ (کنز الایمان)

فرشتوں کی اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ ملک الموت اور ان کے مددکار فرشتوں کو انسانوں کے تمام نیک و بد اعمال کی خبر ہے۔ ان فرشتوں کو خبر ہے کہ ان لوگوں پر ہجرت فرض تھی مگر انہوں نے نہ کی تب ہی تو ان پر یوں عتاب کر رہے ہیں۔

رب تعالیٰ کرنا کا تبیین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا تَعْمَلُوْنَ لِيْسَ لَكُمْ جُزْءٌ مِّنْ شَيْءٍ تَعْمَلُوْنَ اِلَّا وَرَدَّ عَلٰى رَبِّكُمْ حَسٰبًا۔ اس کے اعمال وغیرہ لکھ دیتا ہے وہ سب کے حالات سے خبردار ہے۔

جب فرشتے تمام انسانوں کے نیک و بد اعمال کو جانتے ہیں تو حضور علیہ السلام تو عالم الخلق ہیں۔ آپ کو ہمارے تمام نیک و بد اعمال کی خبر کیوں نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ باب الحوض والنقاۃ میں ہے کہ جنتی مسلمان جنہی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے نشان سجدہ دیکھ کر ان کو محل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا۔ فَمَنْ وَجَدَ تَمَثُّرًا فِيْ قَلْبِهٖۤ مِنْتَقَالٍ ذَرَّةً مِنْ خَيْرٍ فَخَرَجْنَا مِنْهُ جَسَدًا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ اس کو نکال لو۔ دیکھو جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے وینار کے برابر یا ذرہ کے برابر، تو کیا حضور علیہ السلام کو چہرہ دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوگی۔ کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر، خدا تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے خدا تعالیٰ مسود عوار کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-



الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِالْبُزُؤِ لَا يُعْتَمَدُونَ إِلَّا كَمَا يَقُولُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: وہ لوگ جو سو دیکھتے ہیں قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ آدمی کھڑا ہوتا ہے جس کو آسیب نے چھو کر غیور ہوا جس بنا دیا ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر مجرم چہرے سے ہی پہچان لیا جائیگا، کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جیسے کہ سو دیکھ کر گرتا پڑتا دیکھ کر ہی پہچان لیا جائے گا اسی طرح دوسرے مجرم پہچانیں جائیں گے، بلکہ اللہ والے تو دنیا ہی میں جنتی دوزخی کو پہچان لیتے ہیں کیوں کہ ہر ایک کے گلے میں اس کی تختی رب تعالیٰ نے ڈال دی ہے جسے آنکھ والے دیکھ بھی لیتے ہیں پڑھ بھی لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكُلُّ رِئَاسَانٍ أَلْمَمْنَا بِهِ نَسُفُهُ وَنُخْرِجُهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَتْلَقُهُ مَشْتُورًا۔ ہر ایک کی تختی اس کے گلے میں پڑی ہے کل قیامت کے دن یہی تختی نامہ اعمال کی شکل میں نمودار ہوگی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي السُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْفًا

ترجمہ: جس دن سور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن اٹھائیں گے مجرموں کو نیلی آنکھیں (دکڑے)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار کی چند کھلی نشانیاں ہوں گی، مثلاً کال آنکھیں نیلی ہاتھ بندھے ہونے، نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں اور مومن کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ لہذا قیامت کے دن ہر آدمی کو کافر اور مومن کی پہچان ہوگی۔ جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو کافر اور مومن کی قیامت کے دن پہچان نہ ہوگی۔ وہ اس آیت کا منکر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْجَنَّةِ الْفِرْعَاقَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَصْلَهُمْ وَالصَّالِحِينَ فَتَرْهَبُهُمْ  
ذَلِكُمْ يَوْمَ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

ترجمہ: جس دن قبروں سے جلدی سے نکلیں گے جیسے وہ نشانوں کی طرف پلک رہے ہیں آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت سوار ہے یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے اٹھتے ہی کفار اور مومنین میں فرق ہوگا۔ جس سے ہر ایک کی پہچان ہوگی۔ کافر چہرے کے بل پیلے گا، نگاہ نیچے کئے ہوگا۔ چہرے پر ذلت و رسوائی

کے آثار ہوں گے، مومن کا حال اس کے برعکس ہوگا۔

مولوی احمد علی دیوبندی لاہوری کہتا ہے کہ،

اس دفعہ مجھے مدینہ میں ایک بزرگ ملے جو ایک انسان کے نام پر انگلی رکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں۔ (ملفوظات احمد علی ص ۱۲)

غور فرمائیے کہ جس نبی کے غلاموں کو یہ کمال حاصل ہو کہ نام پر انگلی رکھ کر قلبی کیفیات معلوم کریں اور بتادیں کہ مومن ہے یا کافر تو اس نبی مکتوم کا اپنا کیا کمال ہوگا۔ کیا وہ چہرے دیکھ کر بھی نہ پہچان سکیں گے دوسری جگہ یہی مولوی احمد علی کہتا ہے، کہ

بزرگوں کی محبت میں بیٹھنے سے اوردان کی نگاہ فیض کے اثر سے بگرد اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ بھی مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے۔ کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔ (ملفوظات احمد علی ص ۱۵)

دیوبندی حضرات غور کریں کہ چودھویں صدی کے مولوی کو تو مومنوں میں مٹی کے بیچے والے اہل قبر کے حالات معلوم ہو جائیں کہ قبر میں ان کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے کیا صاحب قبر مومن ہے یا کافر، اس کو عذاب ہو رہا ہے یا اس کی قبر پر رحمت کی بارش ہو رہی ہے وہ گنہگار تھا یا نیکو کار مگر حضور علیہ السلام کو قیامت کے دن چہروں سے بھی متردوں کی پہچان نہ ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ فرماتے

## برزخی زندگی میں امتیاز

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمَّتِي أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ تَدْخُلُ نُجُوبَهَا بَدَنُ نُجُوبِهَا وَتَخْرُجُ مِنْ قُبُورِهَا كَأَنَّهَا قُبُورٌ عَلَيْهَا مَخْصُوعَةٌ بِمَا اسْتَعْفَارَ الْمُؤْمِنِينَ لَهَا (شرح الحدیث ص ۱۲)

ترجمہ:- میری امت، امت مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار سے اس کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیگا



## مومن کا فدیہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دَعَا اللَّهُ إِلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا هَذَا إِنَّكَ لَمِنْ النَّارِ  
 (مسلم شریف ص ۳۲۱)

ترجمہ: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے کر فرمائے گا کہ دوزخ سے  
 نجات حاصل کرنے کے لئے تیرا فدیہ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے  
 واضح ہوتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے ایک مکان جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں  
 لہذا مومن کو جب جنت میں داخل کیا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی کافر کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس  
 لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے اور یہ جو لفظ ہے کہ یہ تیرا فدیہ ہے نار و دوزخ سے اس کا مطلب  
 یہ ہے کہ تم کو دوزخ میں داخل کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے تو یہ تمہارا فدیہ ہے جو کہ تمہارے بجائے دوزخ  
 میں داخل کیا جا رہا ہے کفار کو ان کے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ تو یہ مسلمان کے حق میں فدیہ  
 ہو جائے گا۔

ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے چار ہزار برس تک  
 دوزخ کی جنت میں پرورش کی تاکہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے ذبح ہو کر ان کا فدیہ ہو جائے اسی  
 طرح میں نے فرعون کی چار سو برس تک پرورش کی تاکہ وہ دریا میں ڈوب کر موسیٰ علیہ السلام کا فدیہ ہو جائے اس طرح  
 اشوہ یہودی کی پچاس سال تک پرورش کی تاکہ وہ سولی پر چڑھ جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف  
 سے فدیہ ہو جائے اسی طرح خدا تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی اپنی نعمتوں سے پرورش کر رہا ہے،  
 تاکہ یہ دونوں فریقے قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہو کر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فدیہ  
 ہو جائیں۔

(نزہۃ المجالس ص ۱۱۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا إِنَّ هَذِهِ أُمَّةٌ مَّرْحُومَةٌ وَعَدَّ أَبْهَابُ يَدِيْنَهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دُرِفِعَ إِلَىٰ كُلِّ رَجُلٍ  
 مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيُقَالُ هَذَا إِذَا ذُكِرَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: بیشک یہ امت مرحومہ ہے اس کا نقاب اس کے اپنے ہاتھ ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا  
 ہر مسلمان آدمی کو ایک مشرک دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ یہ آگ سے تیرا فدیہ ہے۔ (جو اہل البحار ص ۳۲۱)

حضرت ابو بردا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَأْسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبِ أَهْلِ النَّجَالِ فَيُحْفَضُ هَا اللَّهُ لَكُمْ وَيَقْبَلُ  
 عَنْ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى۔ (مسلم شریف ص ۳۲۱)

ترجمہ: قیامت کے دن کچھ مسلمان گناہوں کے پھیلاؤ سر پر لے کر آئیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف  
 فرمادے گا اور ان کے گناہوں کو یہودیوں اور عیسائیوں پر رکھ دے گا۔

## یوم قیامت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا  
 گیا کہ قیامت کا دن پوچھنا ہزار سال کا ہوگا کیسے گزرے گا اس پر آپ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي  
 بِيَدِكَ إِنَّهُ لَيُحْفَفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتَّىٰ يَكُونَ أَهْوَنَ عَلَيْكَ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ  
 يُصَلِّيَهَا فِي الدُّنْيَا۔ (مظہری ص ۲۱۱)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کا دن مومن کے لیے چھوٹا ہو  
 جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے دنیا میں ایک فرض نماز کی ادائیگی سے بھی کم وقت محسوس ہوگا۔

## دخول جنت

حضرت خذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے اتنا لہا سمجھا



کیا کہ ہمیں یہ گمان ہو گیا کہ شاید آپ کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لیا گیا ہے پھر یکایک آپ نے سہرا قدس کو اٹھایا اور فرمایا میرے رب نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے میں نے عرض کی الہی جس طرح تو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر اس لیے کہ وہ تیرے بندے اور تیری مخلوق ہیں پھر رب تعالیٰ نے دوسری مرتبہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا پھر تیسری بار مشورہ طلب فرمایا تو میں نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا اس پر نبی خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہ کر دوں گا، اور مجھ کو یہ بشارت دی کہ سب سے پہلے میری امت کے لوگ جو داخل جنت ہوں گے وہ ستر ہزار ہوں گے اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ ص ۵۲۸)

حضرت مکمل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ قرض لینا تھا آپ اس کے پاس اپنا حق طلب کرنے کے لیے تشریف لے گئے آپ نے اس یہودی کے سامنے بیوں قسم یاد فرمائی کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں پر برگزیدہ کیا۔ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یعنی تجھ سے اپنا حق ضرور وصول کروں گا۔ یہودی نے کہا واللہ، اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سے برگزیدہ نہیں کیا اس پر فاروق اعظم نے اس یہودی کو ایک طمانچہ مارا، یہودی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر فریاد کی، آپ نے فرمایا اسے عمر تم نے جو یہودی کو طمانچہ مارا ہے اس کے عوض اس یہودی کو راضی کرو اور یہودی سے ارشاد فرمایا کہ اسے یہودی آدم صغی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ نجی اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اسے یہودی اللہ کے دو نام ایسے ہیں جن کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے اللہ تعالیٰ کا ایک نام اسلام ہے اور اس نام کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ هُوَ مَسْئَلُكُمْ الْمَسْئَلِ الْاُولَىٰ اَسْ نَعْتَمُ بِاِسْمِ الْمَسْلُومِ رَكْعَةً، دوسرا نام اللہ تعالیٰ کا مومن ہے اور اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میری امت کا نام مومنین رکھا اسے یہودی تم اولین لوگ ہو ہم آخرین السالقیین قیامت کے دن جنت دوسری امتوں پر حرام ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

(خصائص کبریٰ ص ۵۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ وہ میرے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہوگا، میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الہی یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے ان سے افضل کسی کو پیدا نہیں کیا، میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرض پر لکھا، **ذٰلِكَ الْجَنَّةُ الْمُحَرَّمَةُ عَلَىٰ جَمِيعِ خَلْقِي حَتّٰى يَدْخُلَهَا هُوَ ذَا اُمَّتِهِ**۔ اور بے شک جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت نہ داخل ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اس کی آیت کون ہے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ ہر حال میں میری حمد و ثنا بیان کرنے والے ہوں گے طہارت اور پاکیزگی کے پابند ہوں گے اور کوردہ دیکھیں گے اور رات کو تہجد پڑھیں گے میں ان کے تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرماؤں گا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر ان کو داخل جنت کر دوں گا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس امت کا نبی بنا دے خدا کا ارشاد ہوا ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اس نبی کی امت میں سے کر دے ارشاد ہوا تو اس امت سے پہلے ہو چکا اس امت کا زمانہ آخری ہوگا لیکن میں تجھے اس کے ساتھ جنت میں ملا دوں گا (دخرواتی ص ۱۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ **يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي ذُو مِرَّةٍ يٰهٰى سَبْعُونَ اَلْفًا نَفْسِي دُخِرْتُمْ رَاغَاةَ النَّعْرِ** ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ستر ہزار کی تعداد میں جنت میں داخل ہوگا۔ ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

اس پر حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لیے دُعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ ان میں سے کر دے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا **يا اللہ اس کو ان میں سے کر دے**۔ پھر ایک انصاری کھڑا ہوا اس نے عرض کی میرے لیے بھی دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان میں سے کر دے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔

(بخاری مصری ص ۲۸)



حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا آج دوزخ کا حصہ الگ کر دو، وہ عرض کریں گے الہی دوزخ کا حصہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ایک ہزار میں سے نو سو نانوے، یہ وہی وقت ہوگا جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے، عالمہ عورتوں کے محل گرجائیں گے اور تم لوگوں کو غشی کی حالت میں دیکھو گے۔ حالانکہ وہ غشی کی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ عذاب الہی میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام کو یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ شخص ہم میں سے کون سا ہوگا جو ہزار میں سے بچے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خوش رہو یا بوجہ ما بوجہ میں سے ہزار اور تم میں سے ایک پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبض میں میری جان ہے میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کی ایک تہائی ہو اس پر صحابہ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور تکبیر کہی، پھر حضور نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبض میں جان ہے میں خواہش کرتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔ (بخاری شریف مصری ص ۱۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

أَهْلُ الْجَنَّةِ عَشْرُونَ دَرَجَةً صَعْفًا ثَمَانُونَ مِئَةً مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ ذَاكَ بَعُوتٌ مِنْ سَائِرِ الْأُمَّةِ  
ترجمہ: اہل جنت کی ایک سو میں صفیں ہوں گی، اسی صفیں صرف اس امت کی اور چالیس باقی ساری امتوں کی۔

## یہ امت محبوب الانبیاء ہے

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

كَلِمَاتٍ إِذَا جِئْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ يَشْهَدُونَ وَكَانُوا بِكُلِّ شَيْءٍ مُبْتَلِينَ

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اسے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ دیکھیں لائیں گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل کو بلا یا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائیں گے کیا تم نے میرے احکام کی تبلیغ کی وہ عرض کریں گے ہاں، میں نے تیرے احکام کو جبرائیل امین تک پہنچایا، پس جبرائیل امین کو بلا یا جائیگا اور خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا اسرافیل نے تمہیں تک

میرے احکام کو پہنچایا وہ عرض کرے گا ہاں اس پر اسرافیل بری الزمہ ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جبرائیل امین سے فرمائے گا بتاؤ نے میرے احکام کو کون تک پہنچایا وہ عرض کریں گے یا اللہ میں نے تیرے احکام کو تیرے رسولوں تک پہنچایا پھر رسولوں سے پوچھا جائے گا کیا جبرائیل امین نے میرے احکام تم تک پہنچا دئے وہ عرض کریں گے ہاں، پس ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے میرے احکام کون لوگوں تک پہنچائے وہ عرض کریں گے یا اللہ ہم نے اپنی امت کو تیرے احکامات کی تبلیغ کر دی اس پر امتوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا رسولوں نے میرے احکامات کو تم تک پہنچایا ان میں سے کفار لوگ رسولوں کی تبلیغ کا انکار کر دیں گے، رسول رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ کون ہیں وہ عرض کریں گے امت محمدیہ اس پر خداوند قدوس اس امت مرحومہ کو اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے گا، وہ حاضر ہوگی تو اس سے پوچھا جائے گا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ رسولوں نے میرے احکامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا۔ وہ کہیں گے ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ کفار

اعتراض کریں گے کہ الہی ان لوگوں نے تو ہمارا زمانہ پایا نہیں، پھر یہ گواہی کیسے دے رہے ہیں تب حضور کی امت عرض کرے گی خدا یا ہم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر گواہی دے رہے ہیں، کیوں کہ ہمارے نبی نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ تمام رسولوں نے تبلیغ کا کام بطریق احسن سرانجام دیا، پھر امت مرحومہ کی گواہی اور صفائی کے لیے امام الانبیاء عدالت الہیہ میں تشریف لائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کی گواہی کی تصدیق کریں گے۔ کہ یہ امت مقبول الشہادت ہے۔ نیک ہے صالح ہے آپ کی اس تصدیق پر انبیاء و کرام کے حق میں ڈگری دے دی جائے گی۔ (منہج ص ۳۴، نعیمی ص ۸۶)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء و کرام اپنی امت کے ظاہری اور باطنی اعمال سے خبردار ہوتے ہیں۔ کیوں کہ بغیر علم کے گواہی نہیں دی جاسکتی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ بَشَرًا مِمَّنْ كُنْتُمْ فَذُكِّرُوا فِي دِينِكُمْ مِمَّنْ تَبْتَلُونَ کہ تمہیں تمہیں بتا سکتا ہوں، جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور بچاتے ہو۔

خیال رہے کہ تاملوں اور تذخروں مضارع ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانوں کی گنجائش ہے تو معنی اس کے یہ ہونے کہ جو کچھ تم اپنے گھروں کی کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر کھاتے ہو یا کھاؤ گے بچاتے ہو یا بچاؤ گے میں سب کی خبر تم کو دے سکتا ہوں، یعنی کھیتوں میں دلنے اور باغوں میں



پہل پیدا ہوتے ہیں ہر دانا اور پہل پر رکھنا بولے کی مہر ہوتی ہے میں ان مہروں کو جانتا ہوں اور کھانے والوں کو پہچانتا ہوں۔ مقام غور ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتنا وسیع علم دیا، جب روح اللہ کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے تو پھر حبیب اللہ کے علم کی وسعت کتنی ہوگی۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے  
دو عالم میں جو کچھ خفی و جہل ہے

دوسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کی امت انبیاء کرام کی گواہ ہے چنانچہ دوسری جگہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ أُمَّةٍ وَسَطًا لَّتَكُونُوا لَكُمْ أَعْيُنٌ عَلَىٰ النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا**۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

اُد مدنی کو گواہ پیارا ہوتا ہے کہ اسکے مقدمہ کا فیصلہ گواہ پر ہوتا ہے لہذا یہ امت محبوب الانبیاء ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اچھے اعمال کریں تاکہ کل حضرات انبیاء کی گواہی دے سکیں، ناسق و فاجر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام اپنی ساری امت کے ہر ایک کے حال کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے ہیں اس لیے آپ قیامت میں اپنی امت کی تائید کے ساتھ اس کی توثیق بھی فرمائیں گے۔ لوگوں کے ایمان کی نبض پر حضور علیہ السلام کا ہاتھ ہے۔ علامہ شاہ علیہ الرحمۃ محدث ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں دیکھ کر رسول علیکم شہید آ کے تحت لکھا ہے۔

اد مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کلام و در جازوین من رسید و تحقیق ایمان او چیست و حجابہ کہ بدال از ترقی نجوم مانده است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا در درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہذا شہادت اور دنیا بہ حکم شرح و حق امت مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص ۵۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی کے مانع ہے پس حضور علیہ السلام

تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے اور پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں حکم شریعت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ نے تمام انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات تفصیل و اراپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے ہیں اور آپ کی گواہی آپ کی امت کی طرح سنی سنانی نہ ہوگی بلکہ عینی ہوگی اگر آپ کی گواہی بھی سمعی ہوتی تو جو اعتراض اس وقت امت کی گواہی پر ہوا تھا آپ کی گواہی پر بھی ہوتا نیز آپ کی گواہی کی پھر ضرورت ہی کیا بنتی۔

پانچویں بات یہ ثابت ہوئی کہ قیامت کے دن کفار بھی حضور علیہ السلام کے علم غیب اور حاضر ناظر کے قائل ہوں گے اس لیے وہ حضور کی گواہی پر توجہ نہ کر سکیں گے کہ حضور بغیر مشاہدہ گواہی کیسے دے رہے ہیں۔ اب جو حضور کے ان اوصاف کا منکر ہو وہ ان کفار سے بدتر ہے۔

۱۔ مسئلہ حاضر ناظر کی تحقیق کے لیے غزالی زماں علامہ محمد سعید صاحب کاظمی کا رسالہ "تسکین المناظر ملاحظہ فرماویں"







رَاتٍ فِي اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يَجُوزُ فِيهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا مِنْ أَمْوَالِ نِسَاءِ  
ذَ الْأَخْرَجَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ رِأْيَانَهُ .

ترجمہ بیشک رات میں ایک گھڑی ہے کہ نہیں مانگتا مسلمان مرد اس گھڑی میں دنیا اور آخرت کے کاموں  
سے بھلائی مگر خدا تعالیٰ اس کو عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عَلَيْكُمْ بِتَقِيَمِ  
اللَّيْلِ فَإِنَّهُ ذَابُ الصَّالِحِينَ تَبَلُّكُهُمْ وَهُوَ تَرْبَةُ أَنْفُسِكُمْ إِنْ دَرَيْتُمْ أَنَّكُمْ تَمُوتُونَ لِلنَّسِيئَاتِ  
ترجمہ نماز تہجد کی ادائیگی اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور وہ تمہیں تمہارے  
رب کے نزدیک کرتی ہے اور وہ برائیوں کو مٹانے والی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ثَلَاثَةٌ يَصْنَعُكَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الرَّحِيلُ إِذَا فَمَّ بِرِ اللَّيْلِ يَصْطَلِي ذَا الْقُرْبَى إِذَا صَفَّوْا  
فِي الصَّلَاةِ وَإِذَا صَفَّوْا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ .  
ترجمہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مسکراتا ہے رات کو نماز پڑھنے والا آدمی اور نماز میں صغیف  
باندھنے والی قوم اور دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہونے والی قوم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد  
فرمایا أَشْرَفُ أُمَّتِي حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَاصْحَابُ اللَّيْلِ .

ترجمہ میری امت کے صاحب غنمت لوگ قرآن پر عمل کرنے والے اور رات کو نماز پڑھنے  
والے ہیں۔  
(تفسیر مظہری صفحہ ۱۹۰ جلد ۱۰)

چونکہ نماز تہجد قرب الہی کا ذریعہ ہے اس لیے تمام غوث ابدال اور ولی اس نماز  
کی پابندی کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا  
غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کڑسی پر بیٹھ کر فرمایا میں پچیس سال تک  
تنہا بیابانوں اور دیرانوں میں ریاضت کرتا رہا اور میں نے چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء  
کی نماز کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک پاؤں پر کھڑا ہوا تا اور صبح  
تک قرآن پاک ختم کر دیتا۔  
(نزہۃ الخاطر ص ۵۵)

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ تیس  
سال تک رات بھر عبادت کرتے رہے اور ایک ایک رکعت میں ایک ختم قرآن شریف کرتے تھے آپ  
نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، آپ نے پینتالیس سال تک ایک وضو سے  
پانچوں وقت کی نماز پڑھی ہے۔  
(ملا الخیرات الحسان)

ع عشق ماہی دے لائیاں اگیں ایناں لگیاں کون بجھاوے ہو  
نہ خود سووی نہ سوون دیوے سہقول ستیاں آن جگاوے ہو

## مشاورت باہل الرائے

حضور علیہ السلام پر اہل الرائے صحابہ کرام سے مشورہ کرنا واجب تھا خدا تعالیٰ ارشاد  
فرماتے ہیں ذُنُوبُهُمْ فِي الْأَمْثَلِ أَوْ كَامِلٍ فِيهَا مِنْ انْ سَمُورَهُ كَرُو، یہی وجہ ہے کہ جب بھی  
کوئی اہم معاملہ درپیش آتا تو حضور علیہ السلام صحابہ سے مشورہ طلب فرماتے تھے چنانچہ بدر والے  
دن آپ نے مقام روحاء پر صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے  
باری باری کھڑے ہو کر عرض کی کہ ہم آپ کے غلام ہیں آپ کے اشارے پر جان نثار کرنے کو تیار  
ہیں اس لیے کہ سے غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے

یہ سرکش جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کھتے

پھر حضرت مقداد بن اسود نے عرض کی ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہ  
کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب جاکر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں صغیف باندھ  
کر جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح اُمّ کے موقع پر بھی آپ نے مشورہ طلب کیا کہ آیا  
مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں جمہور کی رائے یہی ہوئی کہ باہر میدان میں جاکر لڑنا چاہئے چنانچہ  
آپ نے ایسا ہی کیا۔ جنگ احزاب کے موقع پر بھی آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا مدینہ کے  
پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے؟ اس پر سعد بن  
عبادہ اور سعد بن معاذ نے اس کا انکار کر دیا اور آپ نے بھی مشورہ کو قبول فرمایا۔ اسی طرح آپ



نے حدیثیہ والے دن اس امر کا مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں پر دھاوا بول دیں؟ تو صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہمارا ارادہ صرف عمرے کا ہے چنانچہ اس مشورے کو بھی منظور کر لیا، اسی طرح جب منافقین نے آپ کی زوجہ مقدسہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا اے مسلمانوں مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کا میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں خدا کی قسم میرے علم میں تو میرے گھر والے برائی سے پاک ہیں۔ اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں واللہ میرے نزدیک تو وہ بھی بھلائی والا ہے، آپ نے عائشہ صدیقہ کی جدائی کے لیے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ لیا۔ خیال رہے کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کا علم نہ تھا چنانچہ امام الطائفہ اسماعیل قیس نے لکھا ہے۔

حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا مگر کچھ حقیقت معلوم نہ ہوئی۔ (تقدیر الایمان) امام الطائفہ کا یہ کہنا کہ پھر کچھ حقیقت معلوم نہ ہوئی بالکل جھوٹ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انزرا ہے کونسی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو حقیقت معلوم نہ ہوئی تفسیر کبیر میں ہے كَانَ هَذَا الْقَوْلُ مَعْلُومًا الْفَسَادَ تَبْلُغُ نَزُولِ الْوَسْطِيِّ يَعْنِي حَضْرَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنَهُ رَجُلًا مَعْلُومًا تَحَاكَ مَنَافِقِينَ كَأَيْهِ قَوْلُ فَاسِدٍ وَبَاطِلٍ هِيَ۔ بخاری شریف میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ وَ اللَّهُ بِمَا عَمِلْتُمْ عَلَيَّ أَحْسَنُ مِنَ الْآخِرِينَ خَدَاكِي قَسَمَ لِي أَنِّي لَأَقِينُ فِيَّ، بَيْدَنَ كَوْنِ حَضْرَتِكِي قَسَمَ كَأَيْهِ اِقْتِبَارُ نَبِيِّنَ۔

عاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و اور اک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اسل میں یہ تم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیثیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو واپس اپنے دعوے کی سمجھے ہیں یہ غلط ہے کیوں کہ علم کے واسطے تو جبر ضروری ہے۔

(امداد المشتاق ص ۴۶)

عاجی امداد اللہ مہاجر مکی پیر و مرشد ہیں مولوی اشرف علی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی کے اور یہ صاف صاف اقرار کر رہے ہیں کہ حضور کو حضرت عائشہ کے معاملے کا مکمل علم تھا۔ اب میں دیوبندیوں سے پوچھتا ہوں کہ اسماعیل قیس اور حاجی امداد اللہ ان دونوں میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے اور اگر طبیعت ناساز نہ ہو جائے تو یہ بھی بتائیں کہ جھوٹے پر قرآن کا کیا فتوے ہے۔

غرض لڑائی کے کاموں اور دیگر امور میں بھی حضور علیہ السلام صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ آیت تَأْمُرُكُمْ میں حضرت ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم مراد ہیں یعنی اے محبوب آپ ان دو بزرگوں سے مشورہ کر لیا کریں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس چیز پر ابو بکر و عمر جمع ہو جائیں تو میں اس کی مخالفت کبھی نہ کروں گا۔ اور فرمایا میں پر یہ دونوں جمع ہو جائیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہے۔ اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام خصوصاً شیخین حضرات بڑی عظمتوں کے مالک ہیں کہ رب العالمین نے ان کو اپنے حبیب کا مشیر بنایا۔

۴ صحابہ سی تقدیر والوں کے صدقے ہے پایا جنہوں نے زمانہ تمہارا

## ازواج مطہرات کو اختیار دینا

خدا تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب کر دیا تھا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو اس بات کا اختیار دے دیں کہ یا تو وہ آپ کے ساتھ رہنا پسند کریں یا آپ سے علیحدگی اختیار کر لیں چنانچہ آپ نے ان کو اختیار دیا تو سب نے آپ کو اختیار کیا۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ اندر تشریف فرماتے اجازت نہ ملی اتنے میں حضرت



عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کو یاد فرمایا گیا، گئے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ فاروق اعظم نے کہا دیکھو میں خدا کے پیغمبر کو ہنسنا دیتا ہوں، پھر کہنے لگے یا رسول اللہ کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے دوپے مانگے میرے پاس تھے نہیں، جب اس نے زیادہ خدا کی توہین نے اٹھ کر اس کی گردن کو دبا یا یہ سنتے ہی حضور مسکرانے لگے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ صدیق اکبر حضرت عائشہ کی طرف اور فاروق اعظم حضرت حفصہ کی طرف پکے اور فرمانے لگے انہوں نے تم رسول اللہ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں قریب تھا کہ یہ دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے لیکن رسول خدا نے روک دیا اس پر ازواج مطہرات نے فرمایا اب آئندہ ہم ہرگز حضور علیہ السلام کو تنگ نہ کریں گی۔ اس پر خدا کی طرف سے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَدْعَاكُمْ إِذَا كُنْتُمْ تَرُدُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَذَيَّبْتُمْهَا فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ إِذَا سَأِلْتُمْ عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتُمْ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُجِبُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا وَرَبُّكُمُ اللَّهُ عَلِيمٌ خَلِيفَةُ رَسُولِهِ وَالَّذِينَ آذَوْا آلَ مُحَمَّدٍ لَنَنصُرَنَّهِنَّ اللَّهُ مَعَهُ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْأُولَىٰ وَلَهُمْ فِيهَا أَجْرٌ عَظِيمًا (القرآن المجید)

سے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہے تو آدمیں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ چھوڑ دو اور اگر تمہاری مراد خدا اور خدا کے رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین جانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیں اگر تم دنیا اور اس کی رونق کو پسند کرتی ہو تو آدمیں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دوں اور اگر تم منگی و عسرت پر مہربان ہو کر خدا اور رسول خدا کی رضا مندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق کو پسند کرتی ہو تو صبر و شکر کا دامن ختم لو اور میرے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز برداشت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد اللہ کے نبی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں اس کے جواب میں جلدی نہ کر اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا کیونکہ

یہ تو آپ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے حمدانی کا مشورہ نہ دیں گے پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ اس میں والدین سے مشورہ کرنے کے کیا ضرورت ہے مجھے خدا اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ آپ کی تمام بیویوں نے بھی وہی کہا جو میں نے کہا۔

## فجر کی دو رکعتیں

فجر کے دو فرضوں سے پہلے دو رکعتیں آپ پر واجب تھیں۔

جو اسرار الجار ص ۶، کشف النعمہ ص ۴۳ جلد ۲

یہ دو رکعتیں فجر کی دو سنتیں ہیں جن کی احادیث میں بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُس سے نفع دے فرمایا فجر کی دو رکعتوں کو لازم کر لو ان میں بڑی فضیلت ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قل ہوا اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور مثل یا ایہا انکار فون چوتھا قرآن کے برابر ہے حضور علیہ السلام ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں زمانے کی رعیتیں ہیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا فجر کی دو سنتیں نہ چھوڑو اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔ (بہار شریعت ص ۶)

سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہتہ یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے اور اگر دانستہ بلاشبہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی، لہذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر سوکتی ہیں نہ سوزی پر نہ چلتی کاری پر ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔

فجر کی نماز تضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے آج کل لوگ بڑی بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں نماز قضا ہونے پر طوع



آفتاب کے بعد صرف دو فرض پڑھ لیتے ہیں اور سنتوں کا خیال نہیں کرتے، فجر کی سنت قضا ہو گئی اور فرض پڑھ لیتے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے اور طلوع آفتاب سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ آج کل عوام فرضوں کے بعد فوراً پڑھنا شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے پڑھنا ہو تو آفتاب بند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھ لینے کے بعد جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے مگر صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں بلکہ اپنے گھر پڑھے یا بیرون مسجد کوئی جگہ قابل شمار ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصے میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصے میں پڑھے باہر کے حصے میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو سنتوں وغیرہ کی آڑ میں کہ اس میں اور صف میں شامل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی ممنوع ہے۔ اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ بڑا ہے آج کل اکثر عوام اس بات کا خاص خیال نہیں کرتے۔ (مہار شریعت ص ۱۳۱۲ جلد ۲)

### توکل

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر توکل واجب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے کبھی مال و دولت جمع نہ فرمایا بلکہ جو آراہ خدا میں بنا کر دیا اور سائل کو اتنا دیا کہ اس کو فقر و فاقہ کا فکر نہ رہتا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا آپ نے اس کو بکریوں کا اتنا بڑا ریڑھ عطا فرمایا جو دو پہاڑوں کے درمیان پورقی وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا ایمان لے آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔ (مشاف شریف ص ۶۵ جلد ۱)

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا  
نارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

(اعلم حضرت؟)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے کوچ فرما کر حبرانہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں جنین کا مال غنیمت جمع کیا گیا یہ مال چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اونٹ چاندنی اور ایک روایت میں ہے کہ بچھڑیں اتنی تھیں کہ شماریں نہ آتی تھیں اب حضور علیہ السلام نے اس مال کو تقسیم فرمائنا شروع کیا آپ نے زیادہ تر ان لوگوں کی طرف انتفاع فرمائی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے حضرت زید بن ثابت سے فرمایا گیا کہ مال اور دو گول کا شمار کر دو۔ اور ان لوگوں پر مال کی تقسیم کا حساب لگاؤ حساب لگایا تو ہر آدمی کو چار اونٹ چالیس بچھڑیں اور اگر سوار تھا تو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بچھڑیں حصہ میں آئیں کہتے ہیں کہ نقدی کو حضور کے پاس جمع کر دیا گیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ امیر ہیں حضور پر نور شایع یوم منثور نے قسم فرمایا پھر حضرت ابوسفیان نے عرض کی کچھ مجھے عطا فرمائیے، حضور علیہ السلام نے حضرت بلال سے فرمایا کہ چالیس اونٹ عطا فرمائیے اور سوار اونٹ دے دیے جائیں اس پر ابوسفیان نے عرض کی میرے بڑے لڑکے زید کا حصہ بھی دیجئے آپ نے اسے بھی چالیس اونٹ عطا فرمائیے اور سوار اونٹ عطا فرمائے اس پر ابوسفیان نے عرض کی یا رسول اللہ خدا تعالیٰ آپ کو جتنے خیر دے آپ جنگ اور صلح دونوں میں کوئی نہیں۔ (مدارج النبوت ص ۲۴)

خیال رہے کہ ایک ہے سخاوت ایک ہے جود اور ایک ہے کرم، سخاوت کل مال میں سے ٹھوڑا خرچ کرنا، جود کل مال میں سے اکثر خرچ کرنا اور کرم سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے آپ کو کریم کہا یعنی یا رسول اللہ آپ سارا مال راہ خدا میں لٹانے والے ہیں ہم بھکاؤ کا وہ کریم اُن کا خدا ان سے فزول اور نہ کہنا جنہیں عادت رسول اللہ کی (اعلم حضرت؟)

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام صفوان بن امیہ کے ساتھ ایک گھائی سے گزر رہے تھے یہ گھائی بھڑوں اور چار پالیوں سے بھری ہوئی تھی، صفوان بن امیہ بار بار ان بھڑوں اور چار پالیوں کو دیکھتے تھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ مال تجھے پسند ہے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا جا میں نے یہ سارا مال تجھے عطا کیا۔ اس پر صفوان مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے ایسی عطا اور بخشش کسی انسان میں نہیں دیکھی۔ (مدارج ص ۲۴)

فیض ہے یا شہ تسخیر نرا الانیرا  
آپ پیاسوں کے تجس میں سے دیا تیرا

(اعلم حضرت؟)



## استغفار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ ذَا نُوْبٍ الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً**۔

(مشکوٰۃ باب الاستغفار)

ترجمہ: قسم ہے اللہ کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور تو بہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ۔

ایک روایت میں ہے **إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً** میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کا استغفار کرنا تعلیم امت کے لیے تھا کیوں کہ حضور پر نور شافع یوم انشور علیہ السلام تو گناہ سے پاک ہیں اس سے امت کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ جب ہمارے رسول پاک دن میں سو سو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے تو ہمیں تو بصرین ادلی استغفار کی کثرت کرنی چاہئے اس لیے کہ ہم تو دن رات گناہوں کی آلودگیوں میں طوط رہتے ہیں۔ ہمارے شب در روز گناہوں کا گناہ کی تاریخوں میں گزرتے ہیں۔ وہ کونسا گناہ ہے جس کی بنا پر ہم سابقہ عذاب الہی کا شکار ہوئیں اور آج اس امت میں نہیں پایا جاتا۔ بد قسمتی سے ہمارے پاکستان میں بعض نام کے مسلمان ایسے بھی ہیں جو گناہ کو گناہ تصور ہی نہیں کرتے، شراب خوردی، سود، زنا، لواطت، چوری، قس نامحق والدین اور اساتذہ کی نافرمانی، بھوئی گواہی، جھوٹ بولنا، غیبت و جھنڈی، کم ناپنا، ملاٹ، دھوکا بازی فریب کاری، دغا بازی وغیرہ کا بازار گرم ہے۔ یہی وجہ ہے آج ہم پاکستانی مسلمان اس عزت و وقار سے لاشعور ہو گئے ہیں جو کبھی فرزندان اسلام کا طرہ امتیاز ہوتا تھا۔ یہ اسلام سے دوری کا نتیجہ ہے۔ کہ مشرقی پاکستان جیسا ہم حصہ ہم سے الگ ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب یہ قوم اور کون سے تازیانہ عبرت کا انتظار کر رہی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس نقصان عظیم کے بعد قوم خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتی اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتی اپنے اقوال اور افعال کی درستگی کرتی

اپنے اعمال اور کردار میں تبدیلی لاتی، عبادات کی طرف راغب ہوتی اور معاملات کو درست کرتی تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اس خطہ مغربی پاکستان کے لوگ پیسے کی نسبت زیادہ بد اعمالیوں کا شکار ہو رہے ہیں اور راہ نجات کو چھوڑ کر فتنہ منگولیت میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کی حالت کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ پھر مغلیہ دور کے انحطاط کی یاد تازہ ہونے والی ہے۔

اے مسلمانان پاکستان خدا را غور کرو کہ وہ کونسی وجوہات میں جن کی بنا پر ہم نے ہندوں سے تاریخی شکست کھائی ہے کیا ہماری فوج کا قصور ہے۔ کیا ہمارے بہادر سپاہیوں نے جرأت بہادری اور دلیری کا ثبوت نہیں دیا، کیا ہماری مسلح فوج دنیا کی مانی ہوئی سخت کوشش جابجا نہ اور بہادر فوج نہیں کیا ہمارے حاکم نا اہل رہے ہیں۔ کیا ہماری خارجہ پالیسی کمزور تھی؟ کیا ہم میں ہیں الا قوامی شہرت یافتہ سیاسی شخصیتوں کا فقدان رہا؟ کیا اقوام عام سے تعلقات کی کشیدگی ہماری شکست کا سبب بنی؟ ہو سکتا ہے کہ ان وجوہات میں سے بعض شکست کا باعث بنی ہوں لیکن جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اب مسلمانوں میں وہ قدردان اولیٰ کا سایہ ایمان نہیں پایا جاتا، احکام خداوندی کی پابندی نہیں، سنت رسول کا خیال نہیں، قرآن کو ہم نے زینب طاق بنا کر رکھ دیا۔ یہودیوں اور انگریزوں کی روش کو اپنا شعار بنا لیا۔ ہمارے طرز تمدن اور لوڈو باش پر مغربی تہذیب نے قبضہ کر لیا ہماری شکل و صورت لباس و معاملات اخلاق اور اطوار سے عیسائیت اور یہودیت کی بواقی ہے۔ ہم نے قرآن اور اسلام کو چھوڑا تو اقوام عالم کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ اے پاکستانی مسلمان! تو خالدين وليد کا جانشین ہے سلطان صلاح الدين ايوبي تیرے کردار کا درس ہے اٹھ ایک بار پھر ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر رسول خدا کی سنت پر گامزن ہو کر یہ ثابت کر دے۔

ہے نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویران سے  
ذرا نرم ہو تو یہ مٹی بہت ذرخیز ہے ساتی

## پچاس نمازیں

علامہ علی بن بربان الدین، علامہ یوسف بن اسماعیل بہمانی اور علامہ عبدالوہاب شترانی



نے لکھا ہے۔ کہ

اِنَّهُ يُحِبُّ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَهْتَبِيَ بِنِي كَلْبٍ يَوْمَ ذِي الْقَعْدَةِ خَمْسِينَ صَلَاةً  
عَلَى ذَنْبِ مَا كَانَ فِي لَيْلَةِ الْاَسْرَاءِ (علیہ صلی اللہ علیہ وسلم، کشف الغمہ ص ۲۹، جوہر البحار ص ۶۳)

ترجمہ: معراج کی رات جو پہلے پچاس نمازیں فرض، یعنی تین دن رات میں انہیں پچاس نمازوں کا ادا کرنا آپ پر واجب ہو گیا۔

اسی طرح آپ پر غسل جمعہ اور قربانی واجب تھی چنانچہ آپ دو قربانیاں لیا کرتے تھے ایک اپنی اور اپنی آل کی طرف سے اور دوسری امت کی طرف سے علاوہ ازیں اِنَّهُ يُحِبُّ عَلَيْهِ اَنْ يَوْمُوِيَ قَرْمَنَ الصَّلَاةِ كَامِلَةً لَا تَخْلُفُ فِيهَا۔ ترجمہ: بغیر کسی غسل کے فرض نماز کی کامل ادائیگی آپ پر واجب تھی۔ مسلمانوں میں سے جو تنگی اور مشرت کی حالت میں فوت ہو جاتا اور اس کے ذمے قرض ہوتا تو اس قرض کی ادائیگی حضور علیہ السلام پر واجب تھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض انسان کو جنت میں جانے سے روکتا ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اَلْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَكْفِرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ حُدَاكِي رَاہِ مِی مَارَا جَانَا سَوَاۓ قَرْمَنَ كَہْرُ گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دالے کا قرض ادا فرمادیتے تاکہ دخول جنت سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔

مثل مشہور ہے کہ قرض محبت کی قہچی ہے ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے پاس آکر شاکہ جو کہ میرے پاس لوگ بہت آتے ہیں ان سے چھٹکارا کی کوئی صورت بنائیے آپ نے فرمایا جو ان میں سے امیر ہیں ان سے قرض مانگو اور جو غریب ہیں ان کو قرض دیا کرو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ امیر تمہارے پاس آنے سے اس لیے رُک جائیں گے کہ وہ خیال کریں گے کہ ہم جب بھی جاتے ہیں قرض ہی مانگا جاتا ہے اور غریب اس لیے آنے سے رُک جائیں گے کہ وہ سمجھیں گے کہ ہم جب بھی جاتے ہیں قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

ہمارے پنجاب میں بہت سی بڑی رسمیں رواج پانچمی ہیں جن میں پانی کی طرح روپیہ بہا دیا جاتا ہے۔ بیاہ شدادی میں بعض رسمیں ایسی ہیں جن کو لوہا کرنے کے لیے اپنی پوری مالی قوت صرف

کر دی جاتی ہے حالانکہ ان رسموں کی ادائیگی میں دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے مثلاً پنجاب کے عوام الناس اس بارات کو جنازے سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں باہر یا ریکارڈنگ وغیرہ نہ ہو۔ بلکہ آج کل تو لڑکی والے خود مطالبہ کرتے ہیں کہ بارات کے ساتھ باجرہ اور زیورات سے مزین گھوڑا ضرور ہو، لڑکی کے لیے اتنے تو لے طلبائی زیورات ہوں، اتنے جوڑے کپڑوں کے ہوں، سب برائی کوٹ اور تپلون میں طبوس ہوں اور بعض اوقات لڑکے والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہماری بارات کو کھانا جدید قسم کا دیا جائے۔ کیوں کہ ہمارے ساتھ بڑے بڑے لوگ ہوں گے۔ کہیں ان میں ہماری بڑی نامی نہ ہو جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً باہمی ناجائز مطالبات تسلیم کرنے پڑتے ہیں چاہے مقررہ ہی کیوں نہ ہوں پڑے چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے رشتہ داروں اور عزیز واقارب سے بڑی بڑی رقمیں بطور قرض کے لی جاتی ہیں اور جب وہ وقت پورا نہ ہو تو یہ رشتہ داروں کے رشتہ داری منقطع اور تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ برسوں کی بنی ہوئی آن کی آن میں قرض کی لنت کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی ناجائز رسموں پر بیجا خرچ کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ افلاس اور غربت، رسوائی اور بدنامی باہمی لڑائی گھر میں ہر وقت جھگڑا تعلق بے قراری بے چینی اور عدم سکون ذہنی پریشانی ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات اور بعض اوقات چوری، ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

کاش ہمارے پنجابی بھائی ان غلط رسموں کو چھوڑیں اور جو روپے ان بڑی رسموں پر خرچ ہوتے ہیں ان کو اپنی معاشی حالت کی بہتری کے لیے خرچ کریں اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور معیار زندگی کو بلند کریں تاکہ سوسائٹی میں ان کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

نوٹ: باجوں کا جو کہ حرمت کے متعلق مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا رسالہ "الفتا" مطالعہ کریں۔  
(فتاویٰ)



## قسم ششم

اس قسم میں محرمات کا ذکر کیا جائے گا۔

### تحريم صدقه و زکوٰۃ

عبدالطلب بن ربیع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقات آدمیوں کی میل ہیں اور یہ صدقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حلال نہیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی السلام ہدیہ کو قبول فرماتے تھے اور صدقہ کو قبول نہ فرماتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ آپ رسول خدا سے سوال کریں کہ وہ آپ کو صدقات پر اعمال مقرر فرمادیں حضرت عباس نے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا میں تمہیں ہاتھوں کے دھون پر ناس مقرر نہ کروں گا۔ (مخصائص کبریٰ ص ۴۴)

اسی طرح زکوٰۃ بھی حضور اور آپ کی آل پاک کے لیے حلال نہیں ہے۔

علمائے اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ چونکہ صدقات وغیرہ آدمیوں کے میل ہیں اور حضور علیہ السلام کا منصب شریف بہت ارفع و اعلیٰ ہے اس لیے صدقات سے آپ کی ذات اقدس کو منسوب کیا گیا۔ آپ نہ تو خود صدقہ قبول فرماتے اور نہ اپنی آل میں سے کسی کو صدقے کی اشیاء کھانے کی اجازت دیتے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجوریں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، حضور نبی السلام نے ان کو منع کرنے اور کھجور بھینک دینے کے لیے بطور تنبیہ کے کچ کچ کہا اور پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے اِنَّا لَنَا كُلُّ الصَّدَقَةِ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔ (مشکوٰۃ شریف)

## کتابت اور قرأت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ذَمَّكَ كَلَّمَتْ تَتَلَوْنَ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ ذَلَّ سَطْرُهُ يَوْمَئِذٍ إِذَا لَأَمَسَتْ تَابَ الْمُبْطِلُونَ

ترجمہ: اور اسے سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطن والے ضرور رشک لاتے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری ہوتا ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُ ذُنُوبَهُمْ كُنُوبًا وَعِنْدَ عِظَمِ فِي الذُّنُوبَاتِ

ذَلَّ النَّجِيلِ ترجمہ جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی کی جو نوشتہ و نوحہ سے پاک ہے جس کی صفات وہ تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ لکھنا اور کتاب سے دیکھ کر پڑھنا نمایاں نشان رسالت نہ تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ لکھنا تو انسان کا کمال ہے قرآن حکیم نے فرمایا عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اللہ نے قلم سے علم سکھایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال عطا کیوں نہ ہوا بلکہ نہ لکھنے کو آپ کا کمال تکرار دیا گیا۔

اس کا جواب علامہ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں دیا ہے۔ اذ لا توہ

کہ لکھنا انسان کا کمال اس لیے بنا کہ انسان بھول جاتا ہے۔ اور خطا کرتا ہے۔ قلم کی وجہ سے بھول اور

خطا سے بچے گا۔ مشہور ہے قلم علم کی قید ہے اور نبی علیہ السلام کا کمال یہ ہے کہ لکھتے نہیں کیوں کہ علم

آپ کو بھولتا نہیں، تمام مخلوق الہی میں جسے عالم ہیں اور اس بڑے علم کو سینہ میں محفوظ رکھتا ہے پھر فرمایا

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اے محبوب جو آیات آپ پر نازل ہوئیں ان کے بھول جانے کا خیال نہ کریں

ان کو آپ کے سینہ پاک میں جمع کر دینا اور آپ کی زبان پاک سے ادا کر دینا ہمارے ذمہ کریم پر ہے۔

نیز اگر آپ نوشتہ و نوحہ اندک سے متصفت ہوتے تو کوئی کہتا کہ قرآن کے مضامین پرانی کتابوں سے یاد

کر کے سنا لیتے ہیں۔



دوسرے اس طرح کہ لکھنے کے قلم کا سایہ حروف پر پڑتا ہے اور حضور علیہ السلام پسند نہ فرماتے ہوں گے کہ میرے قلم کا سایہ رب کے ذکر پر ہو یعنی میرا قلم تو ادا پر ہوا اور رب کا نام اس کے نیچے اس پر رب کی طرف سے حبیب کو یہ انعام ہلا کہ آپ تو نہیں چاہتے کہ آپ کا قلم ہمارے نام پر ہو اور ہم نہیں چاہتے کہ کسی کا قدم آپ کے سایہ پر ہو لہذا آپ کا سایہ ہی پیدا نہ کیا کہ کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (المختصر)

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ حدیث والے دن حضور علیہ السلام نے لکھا جیسے کہ ایک حدیث میں ہے **ثُمَّ أَخَذَ فَلَکَبَ** یعنی پھر حضور علیہ السلام نے آپ لے کر لکھا تو اس کا اثر اس طرح کیا جائے گا۔ کہ اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آپ کے لکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے کتابت کے واسطے امر فرمایا تھا۔

علامہ ابن کثیر نے بھی یہی تحریر فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا، جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے کہ **ثُمَّ أَمَرَ فَلَکَبَ** یعنی آپ نے پھر حکم دیا اور لکھتا گیا۔ اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ آپ نے خود لکھا تھا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وقتی طور پر آپ سے لکھنے کی سنت ساقط کر دی گئی ہو۔

## شعر گوئی

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

دَمَا عَلَّمْتُمُ التَّعْلِيمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ-

ترجمہ:- نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔

شعر کہنا حضور علیہ السلام پر حرام تھا۔ (جواہر البحار ص ۶۳، خصائص کبریٰ ص ۶۱۹) خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو نہ شاعری سکھائی اور نہ آپ کی شایان شان تھی، نہ آپ کو شعر گوئی

سے کوئی محبت تھی اور شاعر کی طرف آپ کا طبعی میلان تھا۔ اس کا ثبوت آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے۔ کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو اس کو وزن سے ساقط کر دیتے تھے۔ لیکن اچھے اور زوردار شعر میں فرق فرمایا کرتے تھے، جیسے کہ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:-

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جید، ردی اور موزوں اور غیر موزوں شعر میں تمیز کر لیا کرتے تھے، (تفسیر روح البیان)

اس سے معلوم ہوا کہ شعر کا علم تو تھا۔ لیکن شعر گوئی کا نملکہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر فصیح و بلیغ اور شاعر اور ہر ہر قبیلہ کو ان کے لغات اور انہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے۔

## قبل از قتال زره امانا آپ پر حرام تھا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ جب آپ زره زیب تن فرمائیں تو دشمن سے جنگ کے بغیر اس کا اتارنا آپ پر حرام ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے احد کے دن فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا میں نے ایک مضبوط زره پہن رکھی ہے اور میں نے ایک گائے ذبح کی ہوئی دیکھی میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی ہے کہ زره مدینہ ہے اور گائے جنگ ہے اگر تم لوگ چاہتے ہو تو مدینہ میں ٹھہرے رہو اگر مشرکین ہم پر چڑھ آئیں گے تو ہم ان سے مدینہ میں جنگ کریں گے، اس پر صحابہ کرام نے عرض کی واللہ عہد جاہلیت میں ہم یہاں ہونے چڑھائی نہیں کی، اب اسلام میں وہ ہم پر چڑھ آئیں گے، آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں اختیار ہے صحابہ کرام تشریف لے گئے اور رسول اللہ نے اپنی زره مبارک پہنی، صحابہ کرام نے سوچا کہ ہم نے رسول خدا کے رائے کے خلاف کیا چنانچہ وہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ جو چاہیں اختیار فرمائیں یعنی آپ کی رائے کے مطابق مدینہ ہی میں رہیں گے اور مدافعت کریں گے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کسی بنی کو لائق نہیں کہ زره پہنے اور بغیر جنگ کے اس کو اتار دے۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۱۹)



## بیرونی

جو عورت آپ کی زوجیت میں نہ رہنا چاہے اسکو روکے رکھنا آپ پر حرام تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جون کی بیٹی جس وقت آپ کے پاس داخل ہوئی اور آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا اعدو باللہ منکث یعنی میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اس پر آپ نے فرمایا تو نے عظیم کے ساتھ پناہ مانگی ہے تو اپنے اہل کے پاس واپس چل جا۔ علماء نے اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ بات آپ کے خصائص میں ہے کہ جس عورت نے آپ کی صحبت سے کراہت کی آپ پر اس کا نکاح حرام ہے۔ (کشف الغمہ ص ۲۱۲ جلد ۲)

ابن سعد نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی عورت سے منگنی کرنا چاہتے اور عورت آپ کے پیام کو رد کر دیتی تو آپ دوسری بار پیام نہ بھیجتے تھے، آپ نے ایک عورت سے منگنی کرنی چاہی اس نے کہا میں اپنے باپ سے مشورہ کر دوں گی۔ بعد ازاں اس نے اپنے باپ سے مشورہ کیا اس کے باپ نے اجازت دے دی، پھر وہ رسول خدا سے ملی اور اس نے عرض کی کہ میرے باپ نے مجھے اجازت دے دی ہے، آپ نے اس عورت سے فرمایا ہم نے تیرے سوا کسی اور کو اپنا نجاف بنا لیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۲)

سب آپ کے ساتھ آپ کے درجہ میں جنت میں ہونگی اور حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت کے بعد آپ پر ایمان لانے بغیر کوئی جنت میں نہیں جاسکتا لہذا کتابیہ سے نکاح کی تحریم ضروری قرار دے دی گئی۔

## مسلمہ لونڈی سے نکاح کی تحریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمہ لونڈی سے آپ کو نکاح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مسلمان لونڈی کا نکاح کا جواز گناہ کے خوف سے ہے اور رسول خدا گناہ سے معصوم ہیں اور لونڈی سے نکاح کی نوبت اس وقت آتی ہے جبکہ آزاد عورت کے مہر کی طاقت نہ ہو اور حضور کا نکاح مہر کا محتاج نہیں ہے اور لونڈی سے نکاح کرنا اس لیے بھی آپ کے لیے حرام ہے کہ جو شخص لونڈی سے نکاح کرے گا تو اس کی اولاد جو اس لونڈی سے پیدا ہوگی غلام ہوگی اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس اس بات سے مبرا اور منتر ہے کہ آپ کی اولاد غلام ہو۔ (۶۲۲ خصائص کبریٰ)

## آنکھ سے اشک سے نکاح کی تحریم

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام نے چار آدمیوں کے سوا باقی سب کو امان دے دی ان چار میں سے عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا وہ حضرت عثمان کے پاس چھپ گیا جب حضور نے لوگوں کو بیعت سے لئے بلایا تو حضرت نیران عبداللہ کو ہمراہ لانے اور عرض کی یا رسول اللہ عبداللہ سے بیعت لیجئے آپ نے تین بار اپنے سر مبارک کو اٹھا کر عبداللہ کی طرف دیکھا اور تینوں بار بیعت سے انکے فرسار دیا جو حقیقی بار آپ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر آپ صحابہ

## کتابیہ سے نکاح آپ پر حرام تھا۔

سید بن منصور نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے قول لایکل لک النساء بعد کے معنی میں روایت کی ہے کہ یہودی اور عیسائی عورتیں اس قابل نہیں کہ وہ آپ کے نکاح میں آکر امہات المؤمنین کا درجہ حاصل کریں۔ (تفسیر مظہری ص ۳۶۷ جلد ۷)

حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ کی ازواج ہیں۔ وہ سب کی



کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ جب تم نے دیکھا کہ میں نے اس کی بیعت سے انکار فرما دیا ہے تو تم میں سے کسی نے اس کو قتل کیوں نہ کر دیا، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں آپ کے دل کی بات کا علم نہ تھا اگر آپ اس کا قتل چاہتے تھے تو آپ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرما دیا کہ ہم اس کو قتل کر دیتے آپ نے فرمایا کہ آنکھ چرا کر اشارہ کرنا نبی کے شایان شان نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آنکھ سے اشارہ خیانت ہے۔ اور یہ نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔

## سَمَاعُ تَجْکِیْرُ پَر اَعَاتِ کِی تَحْرِیْمُ

ابن سبع نے رسول اللہ صلی اللہ کے خصائص میں سے اس بات کو بھی شمار کیا ہے جس وقت آپ تکبیر سنیں اَعَاتِ آپ پر حرام ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے لڑائی کرتے تو اس وقت تک حمد کرتے جب تک صبح نہ ہوتی، جب صبح ہوتی تو دیکھتے کہ اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو عمل کا ارادہ ترک فرما دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سننے تو پڑھائی کر کے تاخت و تاراج کرتے تھے۔ (جوہر الجارح ص ۶۳، خصائص کبریٰ ص ۶۲۵)

## مَشْرُکِ سَ اَعَاتِ کِی تَحْرِیْمُ

جب حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے جنگ بدر کیلئے روانہ ہوئے تو دو مشرک بھی حضور کے ساتھ ہوئے جو مدینہ میں ہی رہتے تھے ایک بھانجا تیس اور دوسرے کا نام حبیب بن یساف تھا۔ حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم ہمارے ساتھ کیوں نکلے ہو، انہوں نے کہا آپ ہمارے ہمسایے ہیں اس لئے ہم آپ کے ساتھ نکلے ہیں۔ کہہ میں بھی مال غنیمت مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنے مقصد

میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ اس پر حبیب بن یساف مسلمان ہو گیا اور نہایت دلیری سے جہاد کیا لیکن قیس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضور عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک سے فرمایا **تَوَّابِنُ بِاللَّهِ دَرَسُوهُ قَالَ لَا تَأَلَّ اِرْجِحُ فَلَئِنْ اَسْتَعْتَبْتَنِي بِمَشْرُکٍ**، ترجمہ: کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ میں مشرک سے امداد نہیں لیتا۔ چنانچہ وہ واپس ہو گیا۔ (ترمذی شریف ص ۱۸۸)

## حَسِ کھانے میں بُو ہو اس کا کھانا آپ پر حرام تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے جب آپ کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوئے تو بچا ہوا کھانا ابو ایوب کے پاس بھیج دیتے وہ کھانے میں آپ کے ہاتھ کے نشانات دیکھتے اور وہاں سے کھاتے تھے ایک دن ابو ایوب انصاری نے عرض کی، یا رسول اللہ میں نے کھانے میں آپ کی انگلیوں کے نشانات نہیں دیکھے آپ نے فرمایا اس کھانے میں لہسن تھا۔ ابو ایوب نے پوچھا کیا لہسن حرام ہے آپ نے فرمایا حرام تو نہیں یعنی تیرے لئے تو حرام نہیں، تم میری مثل نہیں ہو میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ آپ نے یہ کھانا لہسن کی بو کی وجہ سے تناول نہ فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی جس میں سبز ترکاریاں پکی ہوئی تھیں ان ترکاریوں میں آپ نے بو محسوس فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے اصحاب کے پاس لے جاؤ صحابہ نے بھی اس ترکاری کے کھانے میں کراہت کی اس پر آپ نے فرمایا تم کھاؤ میں اس لئے نہیں کھانا کہ میں اس ذات سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم نہیں کہتے یعنی میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہوں اس لئے یہ بو دار ترکاریاں نہیں کھاتا۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۲۵)



## تحریمِ عریانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کعبہ تعمیر ہوا تو حضرت عباس اور حضور علیہ السلام پتھر اپنے کندھوں پر اٹھا کر لاتے تھے، حضرت عباس نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر کندھے پر رکھ لیں تاکہ پتھر آپ کے کندھے پر نہ چھوے۔ حضور علیہ السلام ایسا ہی کیا تو فوراً زمین پر گر گئے اور بہوش ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا پھر کھڑے ہوئے تو فرمایا میرا تہبند میرا تہبند اس پر آپ کو تہبند باندھ دیا گیا اس دن کے بعد پھر کبھی آپ کو بغیر تہبند کے نہ دیکھا گیا۔ (مسلم شریف ص ۱۵۳)

ان عمرات پر زور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا کے بہت لاڈلے اور پیارے رسول ہیں کہ خدا تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ اس کے محبوب سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جس کی بنا پر اس کی عظمت و تقار اور عزت پر کسی قسم کا کوئی دھبہ آئے اور دنیا کے سونے کسی قسم کی تلخیت منائی گویں کہ آپ نے فلاں کام کیا جو آپ کی شان کے لائق نہ تھا۔



اس قسم میں ان خصائص کا ذکر کیا جائے گا، جو حضور علیہ السلام کی طفلیں آپ کی امت کو اس میں دنیا حاصل ہوئے۔

## اُمتِ مَرْحُومہ کے لیے غنم کا حلال ہونا اور کل روئے زمین کا مسجد قرار پانا

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿كُلُوا مِمَّا غَنَمْتُمْ حَلَالًا وَطَيِّبًا﴾۔ ترجمہ پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے، خوب کھاؤ پیو۔

بطرانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں کیساتھ مجھے فضیلت دی گئی ہے۔ میں اور میری امت نماز میں ملائکہ کی طرح صفیں باندھتے ہیں۔ مٹی میرے واسطے دمنو کی گئی، گل زمین میرے لیے مسجد کی گئی اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص ۳۵)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں تھیں۔ مجھے ایک مہینے کی رامے رعب کے ذریعے مددی گئی اور زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی اور پاک کرنے والی بنا دی گئی پس میری اُمت میں سے جس شخص پر نماز کا دقت آجائے اُسے چاہئے کہ (زمین پر) نماز پڑھے۔ ۱۳۰ اور میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیئے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ کئے گئے تھے، اور مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی وہ، اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری مصری ص ۳۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا إِذْ الْكَلْبِ بَانَ اللَّهُ سَأَمَى صَفْقَانَا وَعَجْرَتَا فَطَيْبَهُمَا لَنَا﴾



ترجمہ: غنیمتیں ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں (اور ہم پر اس لیے حلال ہوئیں) کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ناتوانی کو ملاحظہ فرمایا پس ہمارے لیے ان کو عیب قرار دے دیا۔

ام سابقہ کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ جنگ کے اختتام پر تمام مال غنیمت ایک جگہ اکٹھا کر کے رکھ دیا جاتا تھا۔ آسمان سے آگ آتی تھی اور اس تمام مال کو جلا دیا کرتی تھی اور اگر کوئی آدمی اس مال میں سے کوئی چیز چڑھاتا تو آگ اس کو اس وقت تک نہ کھاتی جب تک وہ چرائی ہوئی چیز اس میں نہ مکھ دی جاتی۔ لیکن اس امت مرحومہ پر خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ مال غنیمت اس کیلئے حلال کر دیا گیا تاکہ امت کے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی ہو اور ان کی معاشی قوت میں اضافہ ہو۔

ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی وغیرہ اپنے اپنے عبادت خانوں کے علاوہ کسی دوسری جگہ عبادت نہیں کرتے کیوں کہ ہندو کی عبادت مندر سکھ کی عبادت گرو دارہ عیسائی کی عبادت گرجا اور یہودی کی عبادت کلیسا کے سوا کسی دوسری جگہ ادا نہیں ہو سکتی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خدا تعالیٰ نے ساری زمین کو ہمارے لیے جائے سجدہ قرار دے دیا۔ چنانچہ مسلمان کے لیے حکم ہے کہ وہ چاہے سفر میں ہو یا حضر میں، خلوت میں ہو یا جلوت میں، بلندی پر ہو یا پستی میں، بحر میں ہو یا بر میں، پہاڑ پر ہو یا میدانی علاقے میں غرضیکہ جہاں بھی ہونا زکاوت آنے پر قبلہ رو کھڑا ہو کر نماز کی نیت کرے گا تو ہاندھ لے وہ زمین اس کے لیے مسجد کے حکم میں آجائے گی۔

## وضو

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَارْتَسِلُوا رُءُوسَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کو مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے وضو کا پانی مانگا۔ پھر

ایک ایک عضو کو دھویا، پھر آپ نے ہر ایک عضو کو دو دو بار دھویا اور فرمایا کہ یہ تم سے پہلے امتوں کا وضو ہے۔ پھر آپ نے ہر عضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کا وضو ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۵۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو میں تین تین بار ہر عضو کا دھونا اس امت کی خصوصیت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی شخص کامل وضو کر کے نماز کی نیت سے گھر سے مسجد کی طرف چلتا ہے۔ تو ہر قدم پر خدا تعالیٰ اس کا ایک ہونڈ فرمادیتا ہے اور ایک گناہ ختم کر دیتا ہے۔ (ترمذی شریف ص ۵۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے۔ اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے گناہ چہرے سے گرنے والے آخری قطرے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے۔ تو ہاتھوں کے گناہ ہاتھوں کے گرنے والے آخری قطرے سے محو ہو جاتے ہیں۔ جب پاؤں کو دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ پاؤں سے گرنے والے آخری قطرے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وضو کے اختتام پر گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف) اس حدیث میں جن گناہوں کے محو ہونے کا ذکر ہے ان سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ نہ کہ کبیرہ کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض برگزیدہ بندے وضو کے پانی کو دیکھ کر وضو کرنے والے آدمی کے گناہوں کی نوعیت بھی جان جاتے ہیں۔ چنانچہ سیدی امام عبد الوہاب شحرانی رح فرماتے ہیں۔ امام الامام سراج الامام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو وضو کرتے دیکھتے تو مستعمل پانی میں ان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ تین فیض فلاں قسم کا گناہ کرتا ہے چنانچہ تنہائی میں اس کو کہہ دیتے کہ تم فلاں قسم کا گناہ کرتے ہو اس کو چھوڑ دو اکثر لوگ تائب ہو جاتے آخر امام صاحب بریدہ بات شناس گذری کہ لوگوں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے اس لیے عرض کی کہ الہی یکشف اٹھایا جائے۔ (البیواقیت ص ۶۳)

## مشروعیت اذان

جب ہجرت کے بعد مسلمان مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایک دن مجلس مشورت تمام ہونے



کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے بلایا جائے کسی نے کہا کہ عیسا یوں کی طرح ناقوس بجا یا کریں۔ کسی نے کہا یہودیوں کی طرح لوق بجا یا کریں، کسی نے کہا نماز کے وقت ایک جھنڈا کھڑا کر دیا جائے اتنے میں حضرت عبداللہ بن زید بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ ناقوس فروخت کر دے گا اس نے کہا تو اس ناقوس سے کیا کرے گا میں نے جواب دیا کہ میں اس سے لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔ اس نے کہا نماز کے لیے بلانے کا میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ بتاتا ہوں چنانچہ اس نے مجھے اذان کے کلمات تعلیم کئے۔ حضور علیہ السلام نے ان کلمات کو پسند فرمایا اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

إِذَا اذَّنَ فِي تَهْنِئَةٍ آمَنَّا اللَّهُ مِنْ عَذَابِهِ ذَٰلِكَ الْيَوْمَ - توجہ جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو خدا تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب سے امن میں رکھتا ہے۔

مَنْ اذَّنَ سَنَةً مُحْتَسِبًا قِيلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِسْتَفْعَلْتَنِي نَسْتُ توجہ جس نے ایک سال ثواب کی نیت سے اذان کہی قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا۔ جس کی چاہے شفاعت کر۔

فَاذْفَعْ هَوْنَكَ بِالْاَذَانِ فَانَّهُ لَا يَسْمَعُ صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ اِنَّهُ وَاَوْجِنُ لَا اَتَمْتَهُدُ لَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - توجہ اذان دیتے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کریں کہ جو انسان اور جن موزن کی آواز کو سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس (موزن) کی گواہی دے گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

لِحَوْمِ الْمُؤَذِّنِينَ مُحْكَمَةٌ وَعَلَى التَّارِدِ اِنَّ اَهْلَ السَّمَاوَاتِ لَا يَسْمَعُونَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّا الْاَذَانَ - توجہ۔ موزنوں پر دوزخ حرام ہے، آسمان والے زمین والوں کی صرف اذان کی آواز سنتے ہیں۔ (کشف الغمہ، جلد ۱)

## پنجوقتہ نماز

اس امت مرحومہ کی یہ خصوصیت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس پر پانچ نمازیں فرض کیں، اہم سابقہ

میں سے کسی امت پر خدا تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض نہیں فرمائیں، پانچ نمازوں کی فرضیت میں کسی حکمتیں ہیں جن میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ انسان میں ظاہر کے حواس پانچ ہیں۔ ہاتھ، آنکھ، زبان، ناک اور گری سردی کی پہچان ان پانچ حواس کے تشکر میں یہ نمازیں فرض ہوئیں ہر ایک حواس کے مقابلے میں ایک نماز، پانچ حواس ہیں اس لیے پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔

۲۔ انسان کی زندگی میں پانچ حالتیں ہیں۔ لیٹنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا اور کھڑا ہونا۔ ان پانچ حالتوں میں نعمت مولیٰ اور رحمت الہی کا مینہ برستا ہے۔ ہر ایک حالت میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ ہر ایک نعمت کا الگ الگ تشکر یہ کرنا مشکل کام ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے پانچوں حالتوں کی ساری نعمتوں کا تشکر یہ ان پانچوں میں رکھا اور یہ پانچوں نمازیں فرض کر دیں۔ جس مسلمان نے یہ پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اپنی ہر ایک حالت کا اور خدا کی ہر نعمت کا تشکر یہ ادا کر دیا۔

۳۔ قبلے پانچ ہیں پھر ان کی طرف عبادت کرنے والے بھی پانچ گروہ ہیں۔ بیت المقدس یہود و نصاریٰ کا قبلہ، خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ، بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ، عرش الہی کر دیوں کا قبلہ، اور ذات الہی قبلہ ہے بھولے ہوئے نمازیوں کا، ہر ایک قبلہ کی طرف عبادت کرنے والے کا ثواب اس امت کو عطا فرمانے کے لیے یہ پانچ نمازیں مقرر فرمائیں۔ ایک نماز ایک قبلہ کے ثواب حاصل ہونے کے لیے مقرر ہوئی۔ پانچ قبلے تھے پانچ نمازیں مقرر ہوئیں، جس نے یہ پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس کے نامہ اعمال میں پانچوں قبلوں کے عابدوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

۴۔ دنیا کی زندگی ختم ہونے پر انسان پر پانچ مصیبتیں آتی ہیں۔ موت، قبر، میدانِ شہر، پلھرا لاکھوں کرنا اور جنت کا دروازہ بند ہونا۔ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان مصائب کو دفع کرنے کے لیے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ مَنْ حَافِظًا عَلَى الصَّلَاةِ اَكْرَمَ اللهُ مَجْئِسَ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ خَلِيقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيهِ اللهُ كِتَابًا بِعَيْفِهِ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَ يَكُنْ حُلَّ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

توجہ، جس نے پنجگانہ نماز کی محافظت کی، خدا تعالیٰ اسے پانچ باتیں عطا کرے گا، اول موت کی سختی







روح جسم کی وجہ سے غذاؤں کے حاجت مند ہوتے اور لگنا ہوں میں مبتلا ہوتے ضرورت تھی کہ اب ان کو کچھ مغزوب غذاؤں سے باز رکھا جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی لگنا ہوں سے بچنے رہیں۔

۲۔ نفس اور روح ایک دوسرے کے دشمن ہیں جن کا مقام جسم انسانی ہے۔ ان میں سے ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا سبب ہے۔ نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور روح نیک اعمال سے ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوک برواشت کی جائے تاکہ نفس مکرور ہو جائے۔

۳۔ بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، فاقہ سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔

۴۔ روزہ سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ سے انسان اپنے نفس امامہ پر قابو پا لیتا ہے۔ اور اس کے نفس میں سعادت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان تقویٰ کی بنا پر خیر و حسنہ اور عدل و احسان کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح نفس امامہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ جب روزے کے اثر سے نفس امامہ سے مطمئنہ اور انسان سراپا عدل و احسان اور بیکہ رحمت و محبت بن جاتا ہے تو رب میل سے اس کی محبت سے خطاب کرتا ہے اور کس پیار سے اُسے اپنے دوستوں کی بزم میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي  
وَاخْلُصِي لِعِبَادَتِي ۖ

(القرآن المجید)

ترجمہ :- اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری عبادت میں داخل ہو جا۔

تقویٰ کی بدولت انسان اپنے نفس پر قابو پا کر اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہ و جرم، ظلم و شر اور فتنہ و فساد سے بچانے کے قابل بن جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تقویٰ انسان کو محسن اہل حسن و محبت اور صاحب سرور بناتا ہے۔ روزہ نہ صرف منبط نفس کا ذریعہ ہے۔ بلکہ یہ قلب کا تزکیہ بھی کرتا ہے، قلب کا تزکیہ ہو جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جمالیاتی عیس بیدار ہو جاتی ہے اور اس میں سو دوزیاں کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

۵۔ روزہ انسان کے شعور میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم بناتا ہے۔ اور اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دیتا ہے کہ انسان اپنی آزادی اور خود مختاری کو حکم خداوندی کے سامنے قربان کر دیتا ہے۔ روزہ انسان کے دل میں بندگی کا احساس و شعور ہر دم تازہ اور زندہ رکھتا ہے۔

## لیلة القدر

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو اپنے دامن میں خیر و برکت کے تحائف سمیٹے ہوئے آتی ہے۔ درحقیقت یہ رات خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ایک بہت بڑا انعام ہے جو اگر کسی امت کو نصیب نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا شب قدر حق تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

اس رات کی فضیلت میں قرآن حکیم میں پوری سورۃ موجود ہے جس کو سورۃ قدر کہتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ سَنَةٍ نَّزَّلَ الْمَلَكُ الْوَحْشَ فِيهَا بِيَدِي رَسُولِهِم مِّنْ مَّخْلُوقَاتِ الْمَلَكُوتِ وَالْحَقُّ مُطَّلِعٌ الْفَجْرِ۔ ترجمہ :- بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس رات میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

اس رات کو شب قدر یعنی بزرگی والی رات اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات شام سے صبح تک تجلیات الہیہ بندگانِ خدا کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ فرشتے خدا کے نیک بندوں کی ملاقات کے لیے آسمان سے زمین پر اترتے رہتے ہیں۔ اور فرشتوں کی اس آمد سے اہل اللہ کو عبادات اور طاعات میں عجیب حلاوت اور لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس رات قرآن حکیم کے نزول کی ابتدا ہوئی اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کی انتہا نہیں۔ اس رات فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔ بہشت کے باغوں میں پودے لگانے کی ابتدا بھی اسی رات ہوئی۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے لیے مادہ بھی اسی رات اکٹھا کیا گیا۔ اس رات ہر چیز سجدہ کرتی ہے جتنی کہ درخت بھی زمین پر گر جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

حضرت عثمان بن عفان کا ایک غلام تھا جس نے کئی سال تک سمندر میں جہاز رانی کا کام کیا







تذکر کہا گیا لَبْنٌ رَوَّافٌ مُمْسِرٌ اَذْوَجُوْا اِلَيْهِمْ۔

(۱۲) خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو قرآن مجید میں داعی کہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى دَابِ السَّلَامِ قرآن بھی داعی ہے۔ اَجِبُوْا اِذِ اٰمَنَ اللّٰهُ صَوْرَ عَلِيْهِ السَّلَامُ بھی داعی ہیں۔ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اَمْرًا مَّجُوبًا كَمَا كَانَتْ اِيْمَانًا يَدْعُوْنَ اِلَى النَّحْبِيِّ۔

(۱۳) خدا تعالیٰ بل جلالہ احسن ہے۔ فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ النَّاسِ لِقِيَّتِهِمْ قرآن بھی احسن ہے اللهُ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِيثِ صَوْرَ عَلِيْهِ السَّلَامُ بھی احسن ہیں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ مؤمن بھی احسن ہیں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ۔ (معارف النبوت رکن دوم ص ۳)

## حرمیت شراب

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَكْطَابُ وَالْاَزْكَامُ رُجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشُّبْحَانَ فَاَجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ۔ (الفرقان الحمید)

ترجمہ :- اے ایمان والو! شراب اور جو ا اور بت اور پانے ناپاک ہی ہیں شیطان کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

اس حکم کے آنے سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک خطبہ میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے بعید نہیں کہ اس کی قطعی حرمیت کا حکم آج لے لہذا جن لوگوں کے پاس شراب موجود ہے۔ وہ اسے فروخت کر دیں اس کے کچھ مدت بعد یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے اعلان کرایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں بلکہ وہ اسے ضائع کر دیں۔ چنانچہ اسی وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بھادی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کو تحفہ کیوں نہ دے دیں! آپ نے فرمایا جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے اسے تحفہ دینے سے بھی منع فرمادیا۔ ایک صاحب نے بانسڑا رو دیا فت کیا کہ دو اکے طور پر تو استعمال کی اجازت ہے؛ فرمایا نہیں وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے ایک آدھ صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ایک ایسے علاقے میں رہتے ہیں جو نہایت سرور

ہے اور ہمیں محنت بھی بہت کرنی پڑتی ہے ہم لوگ شراب سے تمھارا اور سردی کا مقابلہ کرتے ہیں، آپ نے پوچھ جو چیز تم پیتے ہو وہ نشہ کرتی ہے؛ انہوں نے عرض کی ہاں فرمایا تو اس سے پرہیز کرو۔ انہوں نے عرض کی مگر ہمارے علاقے کے لوگ تو نہیں مائیں گے فرمایا اگر وہ نہ مائیں تو ان سے جنگ کرو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر پلانے والے پر فروخت کرنے والے پر خریدنے والے پر اور کشید کرنے اور کرانے والے پر اور اٹھا کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کیلئے اٹھا کر لے جانی گئی ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کُلُّ مُشْرَابٍ اَسْكَرٌ فَهُوَ حَرَامٌ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔ ایک مقام پر فرمایا اِنَّا اَنْهَيْتُ عَنْ مُسْكِرٍ اَوْر میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اَلْخَمْرُ مَا خَالَوْا الْعَقْلَ خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانک لے۔ (تفہیم القرآن ص ۵)

فیقہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کے دس نقصانات ہیں۔

۱، شرابی پر مجنونانہ حالت طاری ہو جاتی ہے جو عقل مندوں کے نزدیک مذموم تصور ہوتی ہے  
۲، عقل اور مال کو ضائع کرنے والی ہے۔

۳، شراب نوشی بھائیوں اور مخلص دوستوں کے درمیان عداوت کا سبب بنتی ہے۔

۴، شراب ذکر خدا سے روکتی ہے۔

۵، شراب انسان کے دل میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے۔

۶، شراب شکر کی کنجی ہے شرابی سے ہر قسم کے گناہ کا صدور ممکن ہے۔

۷، شرابی اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو اذیت دیتا ہے۔

۸، شرابی اسی کو رُودوں کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے اگر یہ کوڑے اسے دنیا میں نہ مارے جائیں۔

تو آخرت میں اُسے آگ کے کوڑے مارے جائیں گے اور یہ سزا اُسے تمام رشتہ داروں اور دوستوں

کے سامنے دی جائے گی۔



دعا، شرابی کی کوئی نیکی اور دعا چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔

دعا، شرابی کے لیے دنیا سے بے ایمان ہو کر جانے کا شدید خطرہ ہے۔

یہ تو دنیا کی زندگی کے نقصانات ہیں آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام تسارشا فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے، شراب نوشی پر مداومت کرنے والا، رشتہ داری منقطع کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا پھر فرمایا جو آدمی شراب نوشی پر مداومت کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پلانے کا اور نہر غوطہ میں زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والا خون اور پیپ ہوگا۔ جس کی بدبو سے دو چیزوں کو سزا دی جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شراب پیئے اس کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ وہ بیمار ہو جائے تو بیمار پڑی نہ کرو اگر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو اور شرابی پر چاروں آسمانی کتابوں میں لعنت کی گئی ہے اور جو شرابی کے پاس بیٹھے گا، قیامت کے دن خدا اسے اندھا کر کے اٹھائے گا۔

(ورۃ الناصحین ص ۷۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا اسے جوتے، لات، مٹکے، بل دی ہوئی چادر کے سونٹے اور کھجور کے سٹنٹے مارے جاتے تھے، زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں اس جرم پر لگائی گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبر کے زمانے میں چالیس کوڑے مارے جاتے تھے حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں بھی ابتدا میں سزا جاری رہی بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اس جرم سے باز نہیں آتے تو انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے آٹھ کوڑے سزا مقرر کر دی۔ اسی سزا کو نام اعظم اور امام شافعی شراب کی حد قرار دیتے ہیں۔

شریعت کی رد سے ہر اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو بظور اور قوت سے نافذ کرے۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں بنی ثقیف کے ایک شخص روایت نامی کی دیکھا اس بنا پر جلاوی گئی کہ وہ خفیہ طور پر شراب فروخت کرتا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر ایک پورا گاؤں حضرت فاروق اعظم کے حکم سے اس قصور پر جلا دیا گیا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب کی کیشد اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔

(تنبیہ القرآن ص ۷۱)

کون نہیں جانتا کہ شراب از روئے اسلام شدید حرام ہے مگر افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد

جائے اس کے کہ اس ام النہایت کو نعم کر دیا جاتا اور شراب نوشی پر در سے لگائے جاتے بتدریج شراب اور منشیات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور غیر مسلم، بیماری اور ہمان نوازی کے نام پر وطن عزیز میں شراب نوشی کو جائز تصور کر لیا گیا ہے۔ نیز عام شراب نوشی کے علاوہ بجزنت انگریزی ادویات میں بھی بطور دوا شراب کا استعمال عام ہوتا ہے۔ حالانکہ حرام چیزوں میں شفا نہیں۔

شراب انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ دنیا میں جنگ، وبا یا مرض سے اس قدر انسان ہلاک نہیں ہوئے جس قدر انسان شراب کی وجہ سے نغمہ اجل ہوئے۔ مغرب کی جدید ترین تحقیق کے مطابق تو شراب کی قلیل سے قلیل مقدار بھی انسانی جسم کے لیے بے حد مضر ہے مغرب کا سب سے ترقی یافتہ ملک امریکہ ہے۔ امریکہ میں شراب نے انفرادی زندگی کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ امریکہ میں ساڑھے نو لاکھ شرابی عادی مجرم ہیں۔ انیس لاکھ امریکی شراب پی کر ہوش دہواں کھو بیٹھے ہیں امریکہ کے ہزارہ آدمیوں میں ایک شخص مافی الخلیل کا شکار ہے۔ دماغی مرلیوں کی تعداد میں ہر سال اڑھائی لاکھ مرلیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ شراب اعصاب دماغ و معدہ اور جگر کے لیے تو بالخصوص مضر ہے اس کے استعمال سے اعصاب شل ہو جاتے ہیں۔ دماغی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ معدہ میں خراش پیدا ہو جاتی ہے۔ دل کے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں اور جگر خراب ہو جاتا ہے شراب سے خون کا دباؤ، فاج، پاگل پن، عرق النساء وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ شراب پینے والے کی عمر کم ہوتی ہے۔ اس کے جسم میں قوت مافعت کم ہوتی ہے۔ اور وہ کسی بیماری کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ شرابی کی دماغی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

کوئی قوم جب شراب اور عیش و عشرت کی عادی ہو جاتی ہے۔ تو وہ قوم تباہی کی راہ پر گلزن ہوتی ہے۔ گویا شراب اجتماعی زندگی کی تباہی کی بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ سقوط مشرقی پاکستان کی من جملہ وجوہات میں سے ایک وجہ شراب نوشی بھی ہے۔



## قسم ہشتم

اس قسم میں ان خصائص کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق آپ کے معجزات اور فضائل سے ہے۔

### غزوہ میں نبی کی معیت واجب تھی

جب حضور علیہ السلام کو غزوہ کے لیے خروج فرمایا تو ہر مسلمان پر واجب تھا کہ حضور کے ہمراہ لڑائی کے لئے نکلے، ہاں جس کو حضور اپنا خلیفہ بنا لیا یا شرعی طور پر مخدوم ہو مثلاً جبار ہو یا بوڑھا ہو اس کے لئے رخصت تھی۔ غزوہ تبوک میں اہل مدینہ کے چند عرب قبائل شرکت جہاد سے باز رہے اور جو مشقت جنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اس میں ہمدردی اور اشتراک عمل کی بجائے آرام طلبی اختیار کی ان پر خدا تعالیٰ نے عقاب فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِأَخِلَّيْنَاكَ مِنَ الْإِسْلَامِ أَنْ يَخْلُقُوا عَنْكَ سِوَالِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِكَ - ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں ہیں ان کو یہ زیان نہ تھا کہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ علامہ ابن الدین رازی رحمہ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

هَذَا الْحُكْمُ مِنْ خَوَاصِّ سَمَائِلِ اللَّهِ إِذَا عَزَا بِنَفْسِهِ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَخَلَّفَ عَنْهُ إِلَّا بِعُذْرٍ - (تفسیر کبیر ۲۲۴)

ترجمہ: یہ حکم اللہ کے رسول کے خصائص میں سے ہے کہ جب آپ خود بنفس نفیس کسی غزوہ میں شرکت فرمائیں تو کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ شریک نہ ہو ہاں عذر کے ہوتے ہوئے

رخصت ہے۔

صاحب روح المعانی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ وَظَاهِرُ الْآيَةِ وَجُوبُ النَّفْيِ إِذَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْغَزَا بِنَفْسِهِ تَرْجُمُهُ آيَةُ سَمَاتٍ ظَاهِرٌ بِهَا أَنَّ جِبْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُودُ بِنَفْسِ نَفْسٍ كَيْسِي لِرِطَانِي كَمَا لَمْ تَشْرَيْ لِي جَائِزٌ تَوْهَرُ مُسْلِمَانَ بِرِشْرَكَةٍ وَاجِبٌ هُوَ جَائِزٌ هِيَ - (تفسیر روح المعانی جلد ۱۱)

بعض مسلمان جنگ تبوک سے رہ گئے ان میں سے بعض اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور رسول پاک سے جا ملے، جیسے حضرت ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے مستحق حدیث میں یوں آیا ہے کہ ان کے باغ کے پھل پٹے ہوئے تھے ان کی بیوی حسن و جمال کا پیکر تھی اس نے ان کے بے گنتے سایے میں چٹائی بچھائی اور ٹھنڈا پانی اور کھجوریں پیش کیں آپ نے ان اسٹیمار کو دیکھا اور فرمایا میں تو گنتے سایے، کچھی ہوئی کھجوروں، ٹھنڈے پانی اور خوبصورت عورت سے لطف اندوز ہوا ہوں اور رسول پاک گرم ٹوکے تھپیڑوں کی زد میں ہیں۔ یہ بات مجھے زیب نہیں دیتی، اسی وقت اونٹنی تیار کی، تلوار اور نیزہ لیا اور ہوا کی طرح سفر طے کرتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور علیہ السلام نے دور سے سرب میں ایک آدمی کو دیکھا اور فرمایا کُنْ أَبَا غَيْثِمَةَ، ابو نعیم ہو جا۔ دوسرے ہی لمحہ میں آپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے، حضور علیہ السلام ان کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۱۱)

### نمازی پر ارشاد نبوی کی تعمیل واجب ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا آمَنُوا بِهِ إِنَّكُمْ وَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِيمَانُ وَالْوَالِدَاتُ وَالْأَزْوَاجُ

اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلا لیں۔



اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب کی بارگاہ کے آداب مسلمانوں کو سکھا رہا ہے کہ اے مسلمانوں اس درگاہ عالی میں رہنے کا ادب یہ ہے کہ اگر تم کو کسی وقت ہمارے رسول پاک پکاریں تو تم کسی حال میں بھی ہو، نمازیں ہو، کسی وظیفہ میں مشغول ہو، گھر کے کسی کام میں ہو جس حال میں ہو تم نماز اور تمام کاروبار چھوڑ کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جاؤ، بالکل دیر نہ کرو۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ابی ابن کعب کے دروازے سے گزرے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ان کو آواز دی انہوں نے جلدی سے نماز پوری کی اور آپ کے دربار میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ تمہیں حاضری میں دیر کیوں لگی۔ عرض کی میں نماز ادا کر رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی **اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ** اس پر حضرت ابی بن کعب نے عرض کی **بَلَىٰ ذٰلَا اَعُوذُ بِاَللّٰهِ تَعَالٰی**۔ ترجمہ ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے اب آئندہ ایسی کاہلی نہ ہوگی۔ (خازن ص ۱۵۱، کبیر ص ۱۲۱، روح المعانی ص ۱۹۱) حضرت ابو سعید ابن العسل فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرتا ہوا آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کی بنا پر میں نہ جاسکا نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ اب تک کیوں نہ آئے کیا خدا تعالیٰ نے تم سے یہ ارشاد نہ فرمایا۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ** (تفسیر ابن کثیر ص ۸۵، ۸۶، بخاری شریف ص ۱۳۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی پر لازم ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے بلانے پر حاضر ہو جائے۔ بہت سے فقہانے فرمایا ہے کہ نمازی بحالت نماز حضور کی خدمت میں بلانے پر حاضر ہو جائے جو خدمت فرمائیں اس کو پورا کرے پھر بھی نماز ہی میں ہے اور یہ بات بے بھی بالکل درست کیوں کہ اگر اس نمازی نے سلام کیا تو کس سے کیا ان سے کیا جن کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے۔ **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ**، اگر کسی اور کو سلام کرتا تو نماز جاتی رہتی اگر کعبہ سے سینہ پھرا تو کس طرف پھرا؛ اور پھر جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

اور پردانے ہیں ہوتے ہیں جو کعبہ پر اشارہ  
شمع اک تو ہے کہ پردانہ ہے کعبہ تیسرا

اگر چلا تو کدھر؟ بارگاہِ مصطفیٰ کی طرف جو عین عبادت ہے پھر نماز کیوں جلنے

اگر نمازیں کسی کا وضو جاتا رہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ پانی کی طرف جلتے چلے بھی کعبہ سے سینہ پھر بھی جائے عمل کثیر کرے بھی مگر نمازی میں رہتا ہے تو حضور علیہ السلام تو رحمت الہی کا دریا ہیں آپ کی طرف جانا نماز کو کیوں فاسد کرے۔

### حجرات کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا حرام ہے

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

**اِنَّ الَّذِيْنَ يَنْتٰوَدُوْنَكَ مِنْ ذٰرِاِ الْحُجْرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ؕ وَاذُنَا لَنَسْمَعُ ؕ وَاَنْتَ خَيْرٌ اَلْيَقِيْنُمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاَللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ**

ترجمہ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر یہ لوگ یہاں تک بصر کرتے کہ آپ خود ان کے پاس آجاتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (قرآن حکیم ص ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر حضرت عیینہ بن حصن فراری منی اللہ عنہ کی سرکردگی میں خزاندہ کے ایک قبیلہ بنی عنبرہ سے لڑائی کے لئے بھیجا جب اس قبیلے کے لوگوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ اپنے اہل وعیال مال و دولت اور گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئے، مسلمانوں نے ان کے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر دیا اس پر قبیلہ کے لوگ دوپہر کے وقت جبکہ حضور خواب استراحت میں جلوہ فرماتے آئے تاکہ اپنے اہل وعیال کو فدیہ دے کر چھوڑ لیں وہ آپ کو ازواجِ مطہرات کے حجروں کے پیچھے سے پکارنے لگے **يٰۤاَحْمَسُذُ الْخُرُوْجِ الْيَنَّا** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائیے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

**اِنَّ الَّذِيْنَ يَنْتٰوَدُوْنَكَ مِنْ ذٰرِاِ الْحُجْرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ**

حضور علیہ السلام پھر تشریف لائے ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ ہم ہمارے اہل وعیال کا



قدیر لے لیں، اسی وقت حضرت جبریل امین نازل ہوئے انہوں نے عرض کی آپ کو اللہ تعالیٰ احکم دیتا ہے کہ آپ اپنے ادران کے درمیان ایک آدمی بطور فیصل مقرر فرمادیجئے آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میرے ادرتھارے درمیان سبر بن عمر جو تمہارا ہی آدمی ہے فیصلہ کرنے انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ سبر بن عمر نے کہا کہ میں اپنے چچا اور بن ہشام کے ہوتے ہوئے فیصل نہیں بناؤں گا، چنانچہ انہوں نے بن ہشام کے فیصلہ دیا کہ نصف قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور نصف سے قدیر لے لیا جائے نبی پاک نے فرمایا میں اس بات پر راضی ہو گیا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ **وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ** اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس آجاتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا یعنی حضور علیہ السلام ان کے سارے قیدی بغیر قدیر لے چھوڑ دیتے۔

(تنویر المفاہیس ص ۳۵، خازن ص ۱۸۳ جلد ۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بنو تمیم مدینہ طیبہ آئے اور حضور علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکارنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے ہمارا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور ہمارا مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا، حضور پر نور تشریف لائے اور فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہے جس کی تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا۔ انہوں نے کہا ہم نبی تمیم کے لوگ ہیں، ہم اپنے خطیب اور شاعروں کے ساتھ آپ سے مشاعرہ اور تفاخر کرنے کے لئے آئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شعر کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا اور نہ مجھے فخر کرنے کا حکم ہوا ہے لیکن اگر تم ایسا ہی چاہتے ہو تو آؤ ہم تیار ہیں، ان میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اس نے اپنی اور اپنی قوم کی بڑھائی بیان کی، حضور علیہ السلام نے اپنے خصوصی خطیب حضرت ثابت قیس کو جواب دینے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے آسن طریقے سے جواب دیا، پھر ان کا ایک نوجوان شاعر کھڑا ہوا اس نے چند اشعار کہے آپ نے حضرت حسان بن ثابت کو جواب دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا اس پر نبی تمیم کا ایک آدمی اقر بن حابس کھڑا ہوا اس نے کہا بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب الہی دی گئی ہے ادران کا خطیب ہمارے خطیب ادران کا شاعر ہمارے شاعر سے اپنے کلام میں بڑھ گیا، پھر

وہ نبی مکرم کے قریب ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا تیرے اس سے پہلے کے اعمال تجھے نقصان نہ دینگے پھر آپ نے ان کو عطیہ جات سے نوازا اور ان کو لباس فاخرہ سے سرفراز فرمایا ان کی سواروں کے پاس بوڑھے عمر بن الاہتم اپنے بڑھاپے کی وجہ سے رہ گئے تھے ان کو بھی انہیں کی طرح اپنی نوازشات سے شرف فرمایا ان نبی تمیم کے لوگوں کی آوازیں حضور علیہ السلام کی موجودگی میں بلند ہوئیں تو خدا تعالیٰ نے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ** سے **وَاللَّهُ مَعْفُونٌ ذَرِيعًا** تک کی آیات نازل فرمائیں۔ (معالم التنزیل، خازن)

## فخر و علم کے فضائل امت پاک میں

شیخ محقق نے فرمایا ہے کہ علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری شریف امام اعظم ابوحنیفہ اور شیخ ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کے سارے فضائل طیب و طاہر تھے اور شمار کردہ اندازاً راز خصائص دس صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اسے آپ کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔ (مدارج النبوت ص ۳۲)

ہونکہ آپ کے فضائل امت کے لئے طیب و طاہر ہیں اس لئے بعض صحابہ نے آپ کے خون اور بول مبارک کو پیایا ہے چنانچہ :-

اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینچنے لگائے اور اپنا خون میرے بیٹے کو دیا اس نے اس کو پی لیا آپ کے پاس حضرت جبریل امین آئے اور آپ کو خبر دی، آپ نے اس سے پوچھا تم نے خون کا کیا کیا، عرض کی میں نے آپ کے خون کو زمین پر ڈالنا مکروہ سمجھا (لہذا پی لیا)، نبی علیہ السلام نے فرمایا **لَا تَمَسُّكَ الشَّيْءُ آتَشَ دُونَكَ** نہ چھوئے گی اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم کو آدمیوں سے خرابی ہوگی اور آدمیوں کو تم سے خرابی ہوگی۔

(دارقطنی ص ۲۵ جلد ۱)



ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے پچھنے لگو اور خون حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیا کہ جاؤ باہر کسی ایسی جگہ چھا دو کہ کوئی نہ دیکھے، وہ باہر نکل کر پی گئے جب واپس آئے تو فرمایا کیا کرا آیا ہے، عرض کی ایسی جگہ چھپا آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے فرمایا شاید تو پی آیا عرض کی ہاں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ جس جگہ میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ مس نہ کرے گی، فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا، پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے، اور افسوس کہ تو ان سے بچ نہ سکے گا۔ (مدارج النبوت ص ۳۱، خصائص کبریٰ ص ۶۵۱، شفا ص ۱۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ خون کا ذائقہ کیا تھا فرمایا ذائقہ شہد کی طرح اور خوشبو کستوری کی طرح۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ کستوری کی خوشبو ہمیشہ آپ کے منہ سے آتی تھی، یہاں تک کہ آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ (جوہر البحار ص ۳۶ جلد ۲)

ابوسعید خدری نے فرمایا کہ اُمّہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر زخم پہنچا، میرا باپ آپ کے پاس تھا اس نے آپ کے چہرے مبارک پر جو خون بہتا تھا اس کو چوسا اور نکل گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَنْ سَمِعَهُ أَنْ يُنْظَرَ إِلَى مَنْ خَالَكَ دَمِي دَمَهُ ذَلِيلٌ يُنْظَرُ إِلَى مَلَائِكَةِ بَنِ سَنَانٍ یعنی جو ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے جس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا وہ مالک بن سنان کو دیکھے، ایک روایت میں ہے خَالَكَ دَمِي دَمَهُ ذَلِيلٌ يُنْظَرُ إِلَى مَلَائِكَةِ اس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا اس کو آتش دوزخ مس نہ کرے گی۔

(جوہر البحار ص ۳۶، خصائص کبریٰ ص ۶۶)

ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد میں حضور پر نور کا دانت مبارک شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہو گیا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا، حضرت مالک بن سنان نے جو دیکھا تو لگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہو گئی، جب وہ چوس رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پھینک دے اس نے کہا واللہ میں آپ کا خون مبارک ہرگز زمین پر نہ پھینکوں گا اور نکلنا ہی گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر کہ خواہد کہ بنگر دمردی الزاہل بہشت بنگر دلسونے ای، یعنی جو کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص یعنی مالک بن سنان کو دیکھے۔ (مدارج النبوت ص ۳۱)

ایک غلام نے حضور علیہ السلام کو پچھنے لگائے جب وہ فارغ ہوا تو جو خون نکلا وہ پی گیا آپ نے فرمایا تیرا بھلا ہوتو نے خون کا کیا کیا اس نے عرض کی میں نے اس کو اپنے پیٹ میں غائب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اذْهَبْ فَقَدْ اُخْرَجَتْ نَفْسُكَ مِنَ النَّارِ۔ جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچا لیا۔ (جوہر البحار ص ۲۶)

حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک مٹی کے پیالے میں پیشاب کیا رات کو مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوا میں نے اس پیالہ کو اٹھا کر جو کچھ اس میں تھا پی لیا، جب آپ صبح کو اٹھے میں نے آپ کو خبر دی آپ سُن کر ہنسنے اور فرمایا اِنَّ تَشْتَبِلُ وَرُوحَ بَلْبُكِ بَعْدَ لَوْلَا كَيْفَ اَبْدَا۔ آج کے بعد تم کبھی اپنے پیٹ کے درد کی شکایت نہ کرو گی۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۶، دلائل النبوت ص ۳۸۱)

حضور علیہ السلام کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا آپ اس میں پیشاب کیا کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ بیدار ہوئے اور اس پیالے کو تلاش کیا نہ ملا آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے عرض کی اس کو بڑھ خادرام سلمہ نے جو سرزمین حبشہ سے آئی تھی پی لیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا آتش دوزخ اس پر حرام ہو گئی۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۶، جوہر البحار ص ۳۸۱)

مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ ام ایمن اور برکت نے جو بول مبارک نوش کیا قلم تجسداہ الالکاء عذیب طیب۔ یعنی ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔

(نشر الطیب ص ۱۲۲)

حضور علیہ السلام کے فضلات کو زمین نکل جاتی تھی تاکہ لوگوں کو نظر نہ آئے اور ان کی طبیعت میں دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست اور کراہت کا خیال پیدا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہ کس اثر فضلہ اللہاں ماروئے زمین ندیدہ زمین می شگافت و فردوسیر و اذان مکابوئے مشک می شمیدند، کسی نے آپ کے فضلہ مبارک کا اثر زمین پر نہیں دیکھا کیوں کہ زمین پھٹ جاتی اور اس کو اپنے اندر لے لیتی اور اس جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

(تفسیر عزیزی بارہم ص ۲۱۹)



قاصی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اِذَا ارَادَ أَنْ يَتَغَوَّطَ ارْتَضَعَتْ الْأَرْضُ فَاَبْتَلَتْهَا بِطَلْعَةِ وَبَوْلِكَ وَفَكَحَتْ لِنَدَائِكَ سَائِحَةً  
طَلِبَةً. (شفاء شریف ص ۱ جلد ۱)

جب حضور علیہ السلام پاخانہ پھرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پاخانے اور  
پیشاب کو نکل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی۔

حضرت حافظ ابونعیم فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد  
فرمایا ثَلَاثُ يَأْتِيَنَّكَ مِنَ اللَّهِ تَارِقِي الْخَلَاءِ ثَلَاثُ نَوَافِلٍ شَيْئَانِ مِنَ الْآدَمِيِّ قَالَتْ يَا عَائِشَةُ مَا هُمَا بَلَغَتْ  
أَنَّ الْأَرْضَ تَنْبَلِعُ مَا يَخْرُجُ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ فَتَكْبُرُ مِنْهُ وَشَيْئَانِ؟ (دلائل النبوت ص ۳۸)  
ترجمہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں۔  
ہمیں وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی جو چیز انبیاء  
کے جسم سے نکلتی ہے زمین اس کو نکل جاتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے تھے تو میں آپ کے بعد وہاں جاتی  
تھی مگر میں پاکیزہ خوشبو سونگھتی تھی میں نے یہ بات آپ سے عرض کی آپ نے فرمایا اے عائشہ  
کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم انبیاء کے جسم اہل جنت کی ارواح کے اوصاف پر پیدا ہوتے ہیں، جو شے  
انبیاء کے جموں سے نکلتی ہے۔ اس کو زمین نکل جاتی ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۴۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے ارشاد  
فرمایا کہ ایک سفر میں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حضور کو قضاے حاجت کی ضرورت محسوس  
ہوئی، پس آپ نے ایک جگہ قضاے حاجت فرمائی بعد ازاں میں وہاں گیا مجھے پاخانہ اور پیشاب  
وغیرہ کا کوئی نشان نظر نہ آیا میں نے وہاں ایک مٹی کا ڈھیلہ دیکھا پس میں نے اس کو پکڑا تو اس  
میں سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔

(مدارج النبوت ص ۳ جلد ۱)

## بنت رسول پر تزوج جائز نہیں

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ منبر  
پر تھے اور فرما رہے تھے کہ نبی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی  
بن ابی طالب سے کر دیں، آپ نے بین مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس صورت کے  
کہ علی رضی اللہ عنہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور بنی ہشام کی بیٹی سے نکاح کریں۔ میری بیٹی میرے گوشت کا  
ٹکڑا ہے جو شے اس کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے جو چیز اس کو ایذا دے گی وہ مجھ کو ایذا دیتی  
ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۹۸ جلد ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے منگنی کرنی چاہی، حضور پر نور  
صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کسی کو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ کی بیٹی پر بعد اللہ کی بیٹی  
سے شادی کرے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۹۹)

ان اعاذیث پر غور کیجئے کہ جب حضور نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت  
فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمایا تو آپ نے حضور سے یہ عرض  
نہیں کی کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے کہ فَاتُكْحِنُوا فَتُحَابِلِكُمْ  
مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِيَّ ذَلَّلَتْ دَرَجَتَهُمْ تَوَّابٍ كَيْسَ مَنْعَ فَرَمَا هِيَ هِيَ صَرَفَ اس لَيْعَ عَرَضَ نَهَيْتُ كِي كَرَجَانَتِ  
تَحْتِ كِ حَضْرَتِ عَلِيٍّ سَلَامَ كُوَا حَاكَمَ خَدَا وَنَدَى مِي تَبْدِيلِي كَا اَحْتِيَارَ هِيَ كِ جِبَ چَاهِي اِنِّهَ خُصُومِي اَحْتِيَارَاتِ  
سَ كُوْنِي حَاكَمَ كِي سَ سَاوَلُ كُرْدِي. اس كِي تَفْصِيْلَ اَتَدَهَ مَغْفَا تِ پَرَا هِيَ هِيَ.

آپ سے رشتہ کرنے والا حلال ہے۔

حضرت علی کریم اللہ جبہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص



دورخ میں داخل نہ ہوگا، جس نے میرے خاندان میں شادی کی، یا میں نے اس کے خاندان میں شادی کی، ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے کسی کی شادی اپنے خاندان میں نہ کروں اور میں اپنی امت میں سے کسی کے خاندان میں شادی نہ کروں مگر وہ میرے ساتھ جنت میں ہو، اللہ تعالیٰ نے میرے اس سوال کو پورا فرما دیا۔ (مضان کبریٰ صفحہ ۴۴) ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر، فاروق اعظم عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں کہ ان میں سے شیخین حضرات آپ کے سسر اور حضرت عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے داماد ہیں۔

بعض لوگ اصحاب ثلاثہ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ ان بد باطن اور کوتاہ اندیش لوگوں کی آنکھیں حقائق کو دیکھنے سے اندھی ہو گئی ہیں، اگر ان کے پاس چشم بصیرت اور دیدہ معرفت ہوتی تو ان کو رسول اور اصحاب رسول میں قرب میت کے دلنوازا اور روح افزا نظر آتے لیکن دیدہ کوڑ کو کیا نظر آئے کیا دیکھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہو یا ہجرت و جہاد جنگ ہو یا صلح و دعوت تبلیغ ہو یا عمل و اعلیٰ المینان و سکینہ ہو یا انقباض و عسرت دکھ ہو یا سکھ رحمت ہو یا زحمت سفر ہو یا حضر دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ اصحاب رسول اکرم کے ساتھ ہیں اور ہر حال میں یا ران نبی اپنے آقا و مولا کے رفیق ہیں۔

## احکام شریعت میں اختیار

خدا تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو احکام شریعت میں مکمل اختیار دیا گیا ہے، احکام خداوندی میں سے جس حکم کو چاہیں کسی خاص آدمی کے لیے ساقط فرمادیں اور جس حکم کو چاہیں کسی خاص کے ساتھ خاص کر دیں۔ چنانچہ وہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیسے عرض کی وقت عمل امرائی

فی رمضان میں ماہ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی عورت کے ساتھ ہمبستری کر بیٹھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا فَاَتَمَّتْ رُقْبَةً اَیْکَ غَلام آزاد کر دو، عرض کی میرے پاس غلام کہاں سے آیا فرمایا فَصَمَّ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ دُومَاہ کے مسلسل روزے رکھو، عرض کی اتنی طاقت نہیں اس پر آپ نے فرمایا فَاَطْعَمَ سِتِّیْنِ مِسْکِیْنًا سَاھُ مَسْکِیْنُوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اتنی طاقت بھی نہیں (اتنے میں) حضور علیہ السلام کے پاس کھجوروں سے بھری ہوئی ایک زنبیل لائی گئی۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا یہ کھجور لے جاؤ اور ان کو جا کر دوزخ بنائیں (تقسیم کر دو عرض کی یا رسول اللہ کوئی ہم سے زیادہ بھی غریب ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مدینہ میں کوئی گھر ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے حضور علیہ السلام مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو جا کر کھلا دو۔ (بخاری مہری ۲۸۹، مسلم شریف ۳۵۰)

غور کر دو کہ جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے متواتر روزے رکھے اور یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو احکام شریعت کا مالک و مختار بنا دیا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بہت سے شرعی احکام نزول قرآن سے پہلے ہی جاری فرما دیئے تھے چنانچہ حرام و حلال عورتیں، حرام و حلال غذا، وضو اور غسل کے احکام ہجرت سے پہلے ہی دیئے جا چکے تھے ان کا نزول قرآن میں بعد ہجرت ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمان ہجرت سے پہلے وضو کیسے کرتے غسل کیوں کرتے اور نکاح و غذا کے احکام کیسے معلوم ہوتے۔

کنبی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدائے

محبوب کیا مالک و مختار بنا یا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنَ الْعَوَّامِ كَانَا فِي مَشَقَّةٍ عَظِيمَةٍ مِنْ حِكْمَةِ الْبَدَنِ فَخَرَّصَ لِحَمَاتِي لِبَيْتِ قَيْسِ بْنِ الْعَزْبِ - ترجمہ بیشک عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام کو جسمانی غارتش کی سخت تکلیف تھی، حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ السلام نے ان کو ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دی، اگرچہ ریشم کا پتھر پہننا مسلمان مردوں کے لئے ناجائز ہے چنانچہ حضور علیہ السلام







غور کرو قرآن مجید کا حکم تو یہ ہے کہ فی شہد ذی عذیٰب ینکم کہ انصاف کرنے والے دو گواہ بناؤ مگر حضور علیہ السلام نے حضرت خذیمہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر بنا دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کے کسی حکم سے مستثنیٰ کر دیں۔

حضرت برائین عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص ہماری نماز پڑھے گا اور ہماری سی قربانی کرے گا اس نے قربانی کی اور جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی، گوشت کی بکری ہوگی، پس کرا ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے قبل اس کے کہ مکان سے نماز کے لئے باہر آؤں قربانی کر دی ہے میں نے یہ جانا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے میں نے جلدی کی میں نے خود بھی کھانا کھایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ گوشت کی بکری ہے ابو بردہ نے عرض کی میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے اچھا ہے کیا وہ بکری کا بچہ میری طرف سے قربانی کے لیے کافی ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اذ بھناؤن بکری عنی احسد لبتک اس کو ذبح کر دو اور تیرے بعد کسی کے لیے ایسی قربانی جائز نہیں۔

(بخاری مصری ص ۳۱۶، خلاص کبریٰ ص ۶۸۸)

قربانی کے جانور تین قسم کے ہوتے ہیں اونٹ گائے اور بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیتیں ہیں سب داخل ہیں۔ جینس گائے میں اور بھڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک ان قربانی کے جانوروں کی عمروں کا تعلق ہے اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں، ہاں دنبہ یا بھڑ کا بچہ جو چھ ماہ کا ہو مگر اتنا بڑا ہو کہ دو سے سال بھر کا دکھائی دے اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت ص ۳۹) مگر حضور علیہ السلام نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو بردہ کے لیے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لیے جائز قرار دے دیا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رخصت دے دی تھی کہ وہ طلوع فجر کی بجائے طلوع شمس سے روزہ کی ابتدا کیا کریں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کی ابتداء آفتاب کے طلوع ہونے سے ہوتی تھی،

اس سے قبل آپ کو کھانے کی اجازت تھی۔ (جو اسرار البحار ص ۶، کشف القریضہ) مقام غور ہے کہ خدا تعالیٰ تو ارشاد فرماتے ہیں۔

ذَکُوْا اِذَا نَزَرْتُمْ عَلٰی الْاَرْضِ لَكُمْ الْغَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْغَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پر پھٹ کر۔

(کنز الایمان)

یعنی طلوع فجر کے بعد کسی روزے دار کو اجازت نہیں کہ وہ اب سحری کھائے جو طلوع فجر کے بعد کھائے ہے گا اس کا روزہ نہیں اس لئے کہ یہ ارشاد در بانی کی مخالفت ہے لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت انس کے لئے یہ حکم بدل دیا اور طلوع فجر کی بجائے طلوع آفتاب تک ان کو سحری کھانے کی اجازت دے دی، حضرت انس کے لئے یہ رخصت اس بات کی دلیل ہے کہ سب لوگ تو قانون الہی کی پابند ہے اور قانون الہی جنبش لب مصطفیٰ کا پابند ہے۔

ایک آدمی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اَنَا سَلَّمُ عَلٰی آتَةٍ لَا يُمْسِكِيْ رَاكَا صَلَاتِيْنَ نَقَبَلِيْ ذَا الْاَلَاءِ مِنْهُ دَه اس شرط پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا حضور علیہ السلام نے اس کی اس شرط کو قبول فرمایا۔ (بدل الجہود ص ۲۴۸)

اس کی شرح میں مولوی خلیل احمد سہا پوری نے لکھا ہے۔ رَاكَا يَخْتَصُّ مِنْ شَاءِ بِنَا شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ وَيَسْقُطُ عَنْ شَاءِ مَا شَاءَ مِنَ الْاِحْكَامِ (بدل الجہود ص ۲۴۸) ترجمہ، حضور علیہ السلام احکام میں سے جو حکم چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور واجب میں سے جو چاہیں جس سے چاہیں ساقط کریں۔

مولوی خلیل احمد سہا پوری نے اس بات کو لکھ کر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور علیہ السلام احکام شریعت میں تبدیلی کے مجاز ہیں خدا نے آپ کو مالک و مختار بنا دیا ہے، جب حضور نے اس صحابی کے لئے دو نمازوں کو پانچ کے قائم مقام کر دیا تو خدا نے یہ نہ فرمایا کہ اسے محبوب میں نے تو پانچ فرض کی ہیں آپ نے میری اجازت کے بغیر تین کیسے معات فرمادیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاموشی اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور کا کام خدا کا کام ہے۔ حضور کا اس صحابی سے تین نمازیں ساقط کرنا مرضی الہی کے مطابق تھا کہ گفتہ اور گفتہ اللہ بود۔



تیری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو بھی کہا بس وہی ہوگی  
منتظر رہتی ہے رحمت حق سداکب اُسے آقا تیرا اشارہ ہے

ابن تیمیہ نے لکھا ہے وَتَدَا أَمَامَهُ اللَّهُ مَقَامَ فَغْصِهِ فِي أَمْرِهِ وَنَهَيْهِ دَرَجَاتِهِ وَبَيَانِهِ فَلَا يَجُوزُ  
أَنْ يَنْقُصَ بَيْنَ بَيْنِ اللَّهِ دَرَجَاتِهِ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ (السارم المسؤل ص ۴۱)  
ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو امر و نہی اطلاع دینے اور ایمان میں اپنا قائم مقام بنایا  
ہے ان میں سے کسی چیز میں بھی اللہ اور رسول میں فرق کرنا جائز نہیں ہے۔

## کمال نگاہ نبوت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ  
فرماتے سنا کہ رکوع اور سجود مکمل کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِنِّي لَأُرَاكُمْ  
مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف مصری ص ۱۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کیا تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو ذَا اللّٰهِ مَا يَخْفَىٰ عَلَيَّ مِنْ كَوْمِكُمْ وَلَا تُسْجِدُكُمْ اِنْ  
لَا تَكُنْ مِنْ ذَمِّ اَوْ ظَهْرِي۔ خدا کی قسم مجھ پر تمہارے رکوع اور سجود پوشیدہ نہیں میں تمہیں اپنے پیچھے  
سے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسلم شریف ص ۱۸۶)

اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناک کے برابر دو آنکھیں تھیں  
ان دونوں آنکھوں سے آپ دیکھتے اور ان آنکھوں کو کپڑا اور غیر کپڑا مانع نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی  
کہا گیا ہے کہ آپ کی ایک آنکھ پیٹھ کے پیچھے تھی کہ آپ اس آنکھ سے اپنے پیچھے کی شے کو ہمیشہ دیکھتے  
تھے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۵۲) كَانَ لَهُ بَيْنَ كَتْفَيْهِ عَيْنَانِ كَتِفِيَهُمَا الْخِيَابُ يُبْصِرُ بِهِمَا لَا تَخْفَىٰ عَلَيْهَا  
الَّذِي بَ آفِ كِ دُونِ كَدُّوْنَ كِ دَرْمِيَانِ سُوْنِ كِ نَاكِ كِ بَرَابَرِ دُوْآنْخِيَابِيْنَ  
دیکھتے تھے اور ان آنکھوں کو کپڑا مانع نہ تھا۔ (سیرت جلیبہ ص ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُطُ فِي اللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرُطُ فِي النَّهَارِ فِي الشَّرْوِ۔  
ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔  
(خصائص کبریٰ ص ۱۵۶، جواہر البحار ص ۱)

ذِي رِي فِي اللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرُطُ فِي النَّهَارِ فِي الشَّرْوِ (جواہر البحار ص ۱) حضور علیہ السلام رات  
اور اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے دن اور روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا لَمَّا خَلَّى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُبْصِرُ النَّفْسَ عَنِ الشَّفَا فِي اللَّيْلِ  
الظُّلْمَاءِ مَسْبُورَةً عَشْرَةَ فَرَسًا (شفا شریف ص ۴۲)

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو وہ اندھیری رات میں تیس میل کے  
فاصلے سے پہاڑ پر چوٹی کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَأَىٰ مَا بَيْنَهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً يَبْصُرًا وَمَرَّةً بَدُونًا۔ بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب  
کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

دیکھا ہے بس جناب نے خالق کو بے حجاب

سدری دلا مکان کے راہی تمہیں تو ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کا دیدار نہیں کیا صرف تجلیات کو دیکھا جس کا اثر آپ کی  
نگاہ پر یہ ہوا کہ آپ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر سیاہ چوڑی کو تیس میل کے فاصلے سے دیکھ لیا کرتے  
تھے اور امام الانبیاء نے جو چشم سراپنے رب کا دیدار کیا ہے پھر آپ کی نگاہ میں کتنی قوت پیدا  
ہو گئی ہوگی۔ حق تو یہ ہے کہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرے ذرے کا مشاہدہ  
فرما رہی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت زید بن حارث حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تو نے  
کس حال میں دن گزارا، عرض کی کہ سچا مومن ہو کر فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے حضرت



میر نے عرض کی، دَعَا فِي أَنْظُرَ إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَبَارًا ذَكَرَ فِي أَنْظُرَ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَوَادُّونَ فِيهَا  
 ذَكَرَ فِي أَنْظُرَ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَقَاعُونَ فِيهَا. (مفتاح العلوم ص ۱۴۶، سیرت علیہ ص ۱۴۶)  
 ترجمہ: میں گویا عرش الہی کو نظر آ رہا دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملنے ہوئے  
 دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقع کو یوں بیان کیا۔

گفت خلقاں چوں بہ بنیاد آسماں من یہ میمن عرش را با عرشیاں  
 جس طرح لوگ آسماں کو دیکھتے ہیں میں اسی طرح عرش کو اہل عرش سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من! ہست پیدا ہم جو بت پیش شمن  
 آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے اس طرح ظاہر ہیں جس طرح بت پرست کے سامنے بت  
 اہل جنت پیش چشم ز اختیار در کشیدہ یک بہ یک را در کنار  
 جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ لہن گیر ہو رہے ہیں۔

کہ شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ از حنین و نعرہ و احسنا  
 میرے یہ کان دوزخیوں کا ہانے ہانے کی آواز اور چلانے اور ہانے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہو گئے۔

اس شعر میں ان آیات کے مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دَعَا فِي أَنْظُرَ إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَبَارًا ذَكَرَ فِي أَنْظُرَ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَقَاعُونَ فِيهَا  
 فِيهَا نَبَارًا ذَكَرَ فِي أَنْظُرَ إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَبَارًا ذَكَرَ فِي أَنْظُرَ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَقَاعُونَ فِيهَا

ترجمہ اور یہ لوگ دوزخ میں چلاتے ہوں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال کر دنیا میں لے جا  
 کہ ہم جیسے عمل کرتے تھے ویسے نہیں بلکہ نیک عمل کریں گے۔

قَالَ مَا الْوَدَّيْنِ شَفَعَا فِي النَّارِ لَكُمْ فِيهَا زَيْنُودَ شَيْخِينِ

ترجمہ پس جو بد بخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کا جینا اور دھاریں مارنا ہوگا۔

یا رسول اللہ بگویم سبب حشر در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حشر کا مجید کہہ ڈالوں میں آج ہی جہاں میں سبب را از ظاہر کردوں۔

(مشنوی شریف جلد اول ص ۴۲)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک منیغہ ہو گیا آپ نے سبب

پوچھا اور بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے  
 پچھتر ہزار بار کسی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے  
 اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی مگر بخشنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ  
 جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا  
 ہوں، سو اس پر آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث  
 کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی۔ (تعمیر الکناس ص ۳۴)

یہ فخر کونین کے غلاموں اور جاہن نثاروں کی نگاہ کا کمال ہے کہ کھڑے ہیں فرش پر دیکھ  
 رہے ہیں عرش کو فرش زمین پر کھڑے ہو کر جنت اور اہل جنت، دوزخ اور اہل دوزخ کو دیکھ رہے  
 ہیں حالانکہ جنت ساتویں آسمان پر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے جس آقا کے غلاموں کی قوت  
 باصرہ کا یہ کمال ہے جس آفتاب کے ذرروں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت و دوزخ عرش و فرش، جنتی  
 اور دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ تو اس آفتاب کونین کی نظر کا کیا پوچھنا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن طفیوی اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈال رہے تھے، ایک آدمی نے عرض  
 کی حضور اسی سلانی سے میری آنکھوں میں بھی سرمہ ڈال دیجئے آپ نے اس کی آنکھوں میں اس سلانی  
 سے سرمہ ڈال دیا اس پر اس آدمی نے کہا نَطَرْتُ مِنْ الْعَرْشِ إِلَى الْعَرْشِ، میں نے فرش زمین سے عرش  
 الہی تک کی تمام چیزوں کو دیکھ لیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۵۸)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ عثمان ہارونی  
 کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ ایک ہزار مرتبہ سورۃ انفلاں پڑھو جب میں پڑھ چکا تو فرمایا  
 آسمان کی طرف دیکھو میں نے دیکھا فرمایا کہ اب تمہیں کیا نظر آ رہا ہے میں نے عرض کی عرش اعظم تک  
 دیکھ رہا ہوں، پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو میں نے زمین کی طرف دیکھا آپ نے فرمایا کہ اب تمہیں  
 کیا دکھائی دے رہا ہے؟ میں نے عرض کی تحت الثریٰ تک (انیس الارواح ص ۱۶)

جس نبی کے امتیوں کی قوت باصرہ کا یہ کمال ہو کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش جمیع تک  
 کی ہر چیز ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اس نبی کی اپنی نگاہ میں کتنی طاقت ہوگی۔



## لعاب دین

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عاشورے کے دن اپنے شیر خوار بچوں کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے شیر خوار بچوں کو بلانے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے اور ان کی ماؤں سے آپ فرما دیتے تھے کہ ان کو رات تک دو دھنہ پلانا آپ کا لعاب دہن ان بچوں کو تمام دن کافی ہوتا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۵۲)

عالمین کو مزید اپنے فرزند عبداللہ کو حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لانے، اس وقت عبداللہ کی عمر پانچ سال کی تھی آپ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اسکی ایسی برکت ہو گئی کہ اگر وہ کسی پتھر کو مارتے تھے تو اس پتھر سے پانی نکل آتا تھا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے رونے کی آواز سنی گئی اور وہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ تھے آپ جلدی سے ان کے پاس تشریف لے گئے آپ نے فرمایا میرے بیٹوں کا کیا حال ہے کیوں روتے ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا کہ یہ دونوں پیاس سے روتے ہیں آپ نے پانی طلب فرمایا لیکن پانی کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا، آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو مجھے دے دو حضرت فاطمہ نے ایک صاحبزادے کو پردہ کے نیچے سے دے دیا آپ نے اس کو لے کر اپنے سینے سے لگا لیا وہ چلا رہا تھا اور چپ نہ کرتا تھا آپ نے اپنی زبان مبارک نکال کر اس کے منہ میں ڈال دی تو وہ پھر پوچھ لگا یہاں تک کہ اس نے رونا اور چلانا بند کر دیا اس کو چہین آگیا لیکن دوسرے صاحبزادے رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ دوسرے صاحبزادے کو بھی دے دو آپ نے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جیسے کہ پہلے کے ساتھ کیا تھا پس دونوں صاحبزادے چپ ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۵۲)

## انوکھی نیند

حدیث شریف میں ہے **شَتَامُ عَيْنَاكَ وَلَا يُنَامُ قَلْبِي** جب میں آرام کرتا ہوں تو اس

دقت صرف میری آنکھیں سوئی ہیں دل نہیں سوتا وہ ہر وقت بیدار رہتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک وفد رسول پاک کی خدمت میں کچھ فرشتے حاضر ہوئے اس وقت آپ آرام فرما رہے تھے فرشتوں نے آپ کے متعلق کہا یہ جو تمہارے صاحب آرام فرما ہیں ان کی ایک عجیب مثال ہے وہ مثال ان سے بیان کرو بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ تو سونے ہوئے ہیں دوسرے نے جواب دیا **إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقظَانٌ** مثال بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی صرف آنکھ سوئی ہوئی ہے۔ دل نہیں سویا وہ ہر وقت بیدار رہتا ہے پھر فرشتے بولے کہ ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کہ ایک شخص نے مکان بنایا ہو کہ وہ لوگوں کو بلا کر لانے تاکہ وہ کھانا کھائیں پھر وہ بلانے والا حکم کے مطابق بلانے تو اس صورت میں جو شخص بلانے والے کی اطاعت کرے گا کھانے میں شریک ہوگا ورنہ محروم رہے گا۔ پھر ان فرشتوں نے مثال مذکورہ کی اس طرح وضاحت کی کہ مکان سے مراد جنت اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں **مَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللَّهَ** جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی (اور جنت میں داخل ہوا) اور جس شخص نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یعنی وہ جنت سے محروم رہا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴) اسی حدیث کا ترجمہ علامہ اقبال نے یوں کیا ہے۔

تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش : جلائے خدا اور بھانے محمد

تغیب کی جا ہے کہ فردوس الٰہی : بنائے خدا اور بسنے محمد

اس حدیث سے جہاں پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے وہاں پر یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مقصد دل ہمہ وقت بیدار رہنا ہے، احکام خداوندی کے سننے اور وحی الہی کے سمجھنے کے لئے نیند اور بیداری ان کے حقیقی یکساں اور برابر ہے۔

دل پاک بیدار اور چشم خفته : نرالاتھا عالم میں سونا تمہارا

پسینہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ہمارے پاس آئے



اور آپ نے ہمارے پاس قبول فرمایا آپ کو پسینہ آگیا میری والدہ ماجدہ ایک شیشی لائی اور وہ  
 (اس میں) پسینہ مبارک پونچھ رہی تھی کہ نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے آپ نے پوچھا  
 اے ام سلمہ یہ تم کیا کر رہی ہو، میری والدہ نے کہا یہ پسینہ ہے اس کو ہم اپنی خوشبو کے لئے  
 لیتے ہیں آپ کا یہ پسینہ سب خوشبوؤں سے بہتر ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے اور میرے  
 پاس خوشبو نہیں آپ کچھ خوشبو عنایت فرمائیں، فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا اور کسی  
 درخت کی ایک لکڑی لے آنا وہ شخص دونوں چیزیں آپ کے پاس لے آیا آپ نے اپنی کلائیوں سے  
 پسینہ پونچھ کر اس شیشی میں ڈال دیا حتیٰ کہ وہ بھر گئی آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور  
 اپنی بیٹی سے کہہ دو اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈلو کر خوشبو لگایا کرے جس وقت وہ لڑکی  
 اس خوشبو کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو یہ خوشبو پہنچتی تھی کمال خوشبو کی بنا پر لوگوں نے اس  
 مکان کا نام بیت المطہین یعنی خوشبو والوں کا گھر رکھ دیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۶۶)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام خواب استراحت میں جلوہ فرما  
 تھے آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرات جمع تھے میں نے اس پسینہ میں سے کچھ شیشی میں لے لیا اتنا فنا  
 میری ایک ہیل کی لڑکی کی شادی ہوئی میں نے اس شیشی میں سے کچھ پسینہ لے کر بطور خوشبو اس  
 لڑکی کو لگا دیا اس لڑکی کے اس عضو سے جہاں پر میں نے پسینہ لگایا تھا ساری عمر خوشبو آتی رہی  
 پھر اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس سے بھی وہی خوشبو آتی تھی یہاں تک کہ اس لڑکی کی نسل میں  
 جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا اس سے وہی خوشبو آتی تھی، اہل مدینہ اس خاندان کو بیت المطہین یعنی مطہر والوں  
 کا گھر کہہ کر پکارتے تھے، (تمتہ معارج النبوت ص ۱۶۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ  
 حضور علیہ السلام کے لئے چڑے کا بستر بچھایا کرتی تھی اور آپ اس پر قبول فرمایا کرتے تھے حضرت  
 انس فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام سو کر اٹھے تو میں ایک شیشی میں آپ کا پسینہ اور بال (جو  
 بھڑ جاتے تھے) جمع کرتا اور پھر ان کو خوشبو میں ملا لیتا، کہتے ہیں کہ جب حضرت انس کا آخری

وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے حنوط (جو خوشبویت کے کفن میں لگائی جاتی ہے) میں وہ خوشبو  
 بھی ملا دینا چنانچہ وہ ملائی گئی۔ (بخاری شریف مصری ص ۹۵)

## ایمان شہر خوارگی کے چند خصائص

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ کی نبوت کی نشانیوں  
 میں سے ایک یہ ہے حجر کی وجہ سے میں ایمان لایا کہ آپ ابھی بچے تھے اور جھولے میں تھے کہ میں نے  
 چاند کو دیکھا کہ وہ آپ سے باتیں کرتا تھا اور آپ اپنی انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے تھے،  
 وہ چاند کی طرف ہو جاتا تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم دونوں آپس میں باتیں کرتے تھے اور  
 وہ مجھے جھلاتا تھا اور میں اس کی تیسیر کی آواز کو سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۲۱، مظہری ص ۵۲، جوہر البیاری ص ۱۱، معارج ص ۴۴)

کہتے تھے چاند سے بچیں میں آقا اس لئے : یہ سرا پا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا!  
 چاند جھک جاتا جہر انگلی اٹھاتے مہدی میں : کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا!  
 ران فہدہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحزک یتحزک یتحزک الملائکۃ (مظہری ص ۵۱۳، کشف الغمہ ص ۵۶)  
 جوہر البیاری ص ۹۵) ترجمہ : بے شک حضور علیہ السلام کا جھولنا فرستتے ہلاتے تھے،

ع مکان عرش ان کا فلک نرش ان کا

ملک خادمان سرائے محمد

حضرت حمید سعید فرماتی ہیں:

مَا كُنَّا نَحْتَجُّ إِلَى التَّوْبِاجِ مِنْ يَوْمِ أَخَذْنَا رَانَ تَوْبِاجٍ وَجْهَهُ كَانَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ نَزْدًا أَحْتَجُّنَا  
 إِلَى التَّوْبِاجِ فِي ذَلِكَ مَكَانٍ جَنَابِهِ فَتَنَوَسَّتِ الْأَمْكِنَةُ مَبْزُوكَتِهِ۔

ترجمہ : جب سے حضور علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے ہیں ہمیں کبھی چراغ کی ضرورت  
 محسوس نہیں ہوتی کیوں کہ آپ کے چہرے کی نورانیت چراغ کے نور سے زیادہ تھی جب کسی جگہ چراغ کی  
 ضرورت محسوس ہوتی ہم آپ کو وہاں لے جاتے پس آپ کی برکت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔ (مظہری)



دئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت

عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ رضی اللہ عنہا

وَجَاءَتْ بِهَا إِلَى الْحُجْرَةِ الْأَسْوَدِ لِيَقْرَأَ لَهَا مِنَ الْقُرْآنِ حَتَّى تَمُوتَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ  
تفسیر مظہری ص ۵۱۲

ترجمہ ، حضرت حلیمہ سعدیہ حضور علیہ السلام کو لے کر حجرِ اسود کے پاس آئیں تاکہ آپ اس کو بوسہ دے  
لیں ، حجرِ اسود اپنی جگہ سے نکل کر آپ کے چہرے مبارک سے لگ گیا۔

## خاکِ پا کی برکت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت  
عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا تو وہ اپنے دراز گوشہ پر بیٹھ کر اپنے محلے میں  
تشریف لائے نہ تو آپ نے لوگوں کو اور ان کے گھروں کو پہنچایا اور نہ لوگوں نے آپ کو پہنچانا آپ  
اندازے سے اپنے مکان پر تشریف لائے وہاں آپ نے ایک سو بیس سالہ ایک بڑھیا کو بیٹھے دیکھا  
یہ آپ کی کینیز تھی جس کو آپ بیس سال کی عمر میں چھوڑ گئے تھے آپ نے اس بڑھیا سے فرمایا کہ کیا  
یہ عزیر علیہ السلام کا مکان ہے اس بڑھیا نے کہا ہاں اور پھر کہنے لگی اتنی مدت کے بعد عزیر علیہ السلام کا  
نام لینے والا کون ہے آپ نے فرمایا میں عزیر (علیہ السلام) ہوں ، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر سو سال تک  
موت طاری رکھی ، پھر دوبارہ زندہ کیا اس بڑھیا نے کہا حضرت عزیر علیہ السلام تو مستجاب الدعوات  
تھے اگر آپ عزیر (علیہ السلام) ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میں انھیاری ہو جاؤں آپ نے  
رب تعالیٰ سے دعا فرمائی اور اس کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ صحت یاب ہو گئی اور  
اُسے دونوں آنکھوں سے دکھائی دینے لگا ، پھر اس کے ہاتھ سے پکڑ کر کہا اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا  
وہ کھڑی ہو گئی تو ایسے ہو گئی جیسے اس پر بڑھاپے کے آثار تھے ہن نہیں۔ اس نے آپ کو دیکھا  
اور پہچان لیا پھر اس نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر (علیہ السلام) ہیں۔

(مظہری ص ۳۲۱ ، خازن ص ۲۳۵ ، معالم التنزیل ص ۲۳۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنی نبوت کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے  
ان میں یہ صفات بھی شامل ہیں وَ اُبْرِيْ اَلْاَكْمَةَ وَ اَلْاَبْرَصَ کہ میرے نبی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بچہ جو  
مان کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اور جس کو برص کی بیماری ہو میرے پاس لے آؤ میں اپنا دست مبارک  
پھیروں گا تو نابینا کو بینائی اور برص والے کو شفا مل جائے گی ، چنانچہ آپ مادر زاد اندھے کی آنکھوں  
پر ہاتھ پھیرتے تو خدا تعالیٰ اس کو بینا کر دیتا۔

جب بشیر یوسف علیہ السلام کا کرتلے کر مصر سے چلا تو ہوانے اللہ سے اجازت مانگی  
کہ کرتلے کے مینچنے سے پہلے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو  
پہنچا دوں ، اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی ، حضرت یعقوب اپنی اولاد کے درمیان بیٹھے ہوئے  
تھے کہ انہوں نے کہا میرا غم جاتا رہا مجھے گمان ہے کہ خوشی قریب آگئی مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی  
ہے۔ اس دن یعقوب سے غیر خبراں غیب سنائیاں !

اج پیاریاں سچناں دلوں سرد ہوئیں آئیاں

جب بشیر کنعان پہنچا تو اس نے حضرت یعقوب کے چہرے پر کھرتلے ڈال دیا ،  
حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیر تک اس کی خوشبو سونگھی اور بینائی واپس آگئی۔  
(حسن القصص ص ۲۲۲)

آن بشیر نبی دے منڈتے اوہ پیرا ہن پایا

ساعت پلگ لگی نہ کوئی نور اعلیٰں دچ آیا

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ السلام کے ہاتھ میں شفا  
تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتلے میں شفا تھی۔

جو شفا حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کے ہاتھ میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے  
کرتلے میں تھی وہی شفا ہمارے آقا و مولا امام الانبیاء و صحیب کبریاصلی اللہ علیہ وسلم کی تعلین  
پاک کے ساتھ لگنے والی خاک میں تھی چنانچہ مولوی عبدالستار نے لکھا ہے کہ

حضور علیہ السلام کے زمانے میں ایک یہودی تھا جو حضور پر نور علیہ السلام کی شان



میں بڑے نازیباکلمات استعمال کیا کرتا تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو خدا اور رسول پر ایمان لایچکی تھی اس دن جب دیکھا کہ میرا باپ میرے رسول پاک کی شان میں بے ادبی کرتا ہے تو اس نے خدا سے دعا مانگی کہ اہل میرے باپ کو کسی ایسی مصیبت میں گرفتار کر دے کہ یہ نبی کی گستاخی سے باز آجائے، خدا نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کے باپ کو اندھا کر دیا اس کی آنکھوں میں درد شروع ہو گیا وہ دن رات بے چین رہنے لگا۔ اس نے بڑے علاج کرائے لیکن بے سود کہیں سے آرام نہ آیا آخر ایک دن اس لڑکی کے دل میں رحم پیدا ہوا اور اپنے باپ سے کہنے لگی کہ مدینہ طیبہ میں ایک طبیب آیا ہے اگر تو کہے تو میں اس سے تیری آنکھوں کے لیے دوا لے آؤں۔ اس کے باپ نے اجازت دے دی یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ آئی، اس نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنے حجر سے میں آرام فرما رہے ہیں آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی سوچا کہ اگر میں خالی داپس چلی گئی تو باپ کو کیا جواب دوں گی آخر سوچ سوچ کر اس نے آپ کی نعلین پاک کو جھاڑا جو خاک برآمد ہوئی اس کی پڑیا بنا کر گھر لے آئی اور اپنے باپ کی آنکھوں میں وہ خاک مبارک ڈال دی۔ خاک کا آنکھوں میں پہنچنا تھا کہ خداوند قدوس نے اس کی آنکھوں میں نورانیت کا دیا جاری فرما دیا، وہ خوش ہو گیا اور اس نے اپنی لٹکی سے پوچھا کہ بتا یہ سہرا کہاں سے لائی ہے اس لڑکی نے کہا یہ انبی کے پاؤں سے لگنے والی نعلین پاک کی خاک ہے جس کی شان میں آپ گستاخیاں کرتے ہیں۔ جب اس نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ تو نے میرے دشمن کے پاؤں کی خاک میری آنکھوں میں ڈال دی پھری لی اور اپنی آنکھوں کو بے نور کر دیا خدا نے پھر کرم فرمایا اور بینائی واپس کر دی اس نے پھر پھری مایا اور نابینا ہو گیا، خدا نے پھر نورانیت کو واپس کر دیا اسی طرح اس نے چھ مرتبہ اپنی آنکھوں کو بے نور کیا جب ساتویں مرتبہ پھری مارنے لگا تو سے

آخسر کن وچہ پیا آوازہ خالق ری سسر کاروں  
ایہہ اکھیاں ہن چھوڑ نہ جادن خاک نبی دی پاروں  
تینوں ضد شیطان چڑھائی تو کفروں باز نہ آویں  
خاک محمدی اکھیں پاکے تو دوزخ مول نہ جاویں!

آواز آئی کہ ہم اس خاک کی برکت سے جہنم کی آگ بھی تم پر سے حرام کو چکے ہیں تم ان آنکھوں کو کیوں ضائع کر رہے ہو اس آواز نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ ایمان لے آیا: (الکرام محمدی ص ۱۸)

تو زندہ ہے واللہ جل جلالہ

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء و کرام علیہم السلام بالخصوص حضور رحمتہ للعالمین حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اپنی نورانی قبر میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، گوناگوں لذتیں حاصل کرتے ہیں، سنتے ہیں دیکھتے ہیں جانتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرفات فرماتے ہیں۔ حج کرنے میں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اس علم میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھ والوں نے ان کے جمال جہاں آراء کی بار بار زیارت کی اور ان کے انوار سے مستفیض ہوئے اب ذرا اس کی تفصیل کی طرف آئیے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں صراج کی رات بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے موزت بقبر مؤمنی فذا اھوتکتم یعیسیٰ بنی ذبؤہ۔ میں نبوی علیہ السلام کی قبر سے گزرا (میں نے دیکھا) کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے کبھی قبروں میں جانا ہے تو بھرا حسیب اللہ کی حیا کا کیا کمال ہو گا۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَنْ أَسْأَلَ مِنْ أَسْأَلِنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ مَسْأَلِنَا الْجَنَّةِ مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آتَاكَ يُعْبَدُ ذَنْبًا۔ اے محبوب گندہ شستہ نبیوں سے پوچھ لو کیا ہم نے کچھ اور معبود بنائے ہیں جن کی کی عبادت کی جائے خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام تمام نبیوں سے پوچھے کہ حکم دیا اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو زندہ بھی ہو اور جو اب بھی دے سکے معلوم ہوا کہ سارے نبی زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں پابند نہیں عالم کی سیر کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ نہ فرمایا گیا کہ خط یا ڈاک یا نار کے ذریعے ان سے پوچھ لو نہ یہ کہ ان کی قبروں سے جا کر پوچھو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مزارات پر کبھی گئے، یہی مطلب ہے کہ اے پیارے وہ حضرات تمہارے پاس آتے ہی رہتے ہیں آپ ان سے ملتے ہی رہتے ہیں، صراج میں وہ آئے آپ نے ان کو حج کے لئے جاتے دیکھا چنانچہ علامہ محمد بن یعقوب



یہ روایت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ حقیقیہ جہانی پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے جس میں کبریٰ قسم کی تائید نہیں ہو سکتی ہے۔

حضرت احمد رفائی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا اور بعد ازاں حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضری دی اور عرض کی یا رسول اللہ پہلے میرا جسم میرے وطن میں اور میری روح آپ کے پاس ہوتی تھی اب میرا جسم اور روح دونوں آپ کے پاس ہیں آپ اپنے ہاتھ مبارک کو نکالنے تاکہ میں ان پر بوسہ دوں حضور علیہ السلام نے اپنی قبر انور سے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو حضرت احمد رفائی نے بوسہ دیا۔ (جواہر البحار ص ۱۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور علیہ السلام کے روضہ پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا السلام علیکم یا سید المرسلین تو روضہ مبارک سے ان کے سلام کا جواب ملا۔ وعلیکم السلام یا اہم المسلمین اے مسلمانوں کے پیشوا تم پر سلام ہو۔ (انیس الارواح ص ۵۵)

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیرو مشرف خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضر تھا حضرت خواجہ نے نیکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہو، سلام عرض کرو۔ میں نے سلام عرض کیا تو روضہ انور سے آواز آئی اے قطبِ مشائخ بجزد برو علیکم السلام، جو نہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نے فرمایا بس اب تمہارا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح ص ۱)

روضہ اقدس سے ہاتھ مبارک کا باہر نکالنا اور سلام کا جواب آنا اس بات پر روشن دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام حیاتِ حقیقیہ جسمانیہ دنیا دہ سے زندہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

لَيْسَ مِنْ بَرِّمِ الْاَمَّةِ فَهَرَضَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَلُ اَمَّتِيهِمْ عُدَّةً وَعَيْتِيهِمْ قَيْمِيهِمْ

بِسْمِئِلهُمْ دَانَا لِهَيْهْم (جواہر البحار ص ۲، نظری ص ۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جلتے ہیں۔ آپ ان کو ان کی علامات اور ان کے عملوں سے پہچان لیتے ہیں۔

شیرازی نے سفر السعادت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام حج کو جاتے ہوئے جب وادیِ عسفان میں پہنچے تو فرمایا اے ابو بکر جانتے ہو یہ وادی کونسی ہے عرض کی یہ وادی عسفان ہے آپ نے فرمایا اس وادی سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام گزرے وہ دونوں سرخ اونٹوں پر سوار تھے، جن کی ٹخلیں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھیں ان دونوں نے اون کی چادریں اڑھ رکھی تھیں۔ اور ذہ لیبیک لیبیک کہتے ہوئے حج کے لئے جا رہے تھے۔ (سفر السعادت ص ۲۲۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور علیہ السلام کی معیت میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان وادیِ اوزق سے گزر رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کان میں انگلی رکھتے آ رہے ہیں۔ اور وہ لیبیک کہتے جا رہے ہیں۔ پھر جب ہم جحفہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور وہ پشم کا جبہ زیب تن کئے ہوئے ہیں اور ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کے پتوں کی ہے۔ اور لیبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (کشف الغمہ ص ۲۱۶)

چونکہ آپ ان کرج دواع میں ملے اس لئے اے محبوب ان سے پوچھ لیجئے کہ آیا ہم نے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود بنایا ہے۔

یہ آیت حیاتِ انبیاء کے لیے ایسی صریح ہے جس میں تادیل کی گنجائش نہیں کیوں کہ نہ ان کی امتوں سے پوچھا جاوے نہ ان کی کتابوں سے کیوں کہ ان کی امتیں فنا یا مشرک ہو چکی تھیں اور ان کی کتابیں یا ختم ہو گئیں یا محرف جن میں کفر و شرک بھرا ہوا ہے۔

جب حضرت صالح، داؤد، یونس اور موسیٰ علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حج کرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں تو اہم الانبیاء حبیب کبریا تو بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔ اِنَّهُ سَخِيٌّ رَنِي قَبْرِهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ رِيْفٌ بِاَذَانٍ وَاَقَامِيَةً تَمْرَجُهُ حضور علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اذان اور اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جنگِ حرة کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبر انور سے اذان کی آواز سننا تھا ایک روایت میں ہے کہ اذان اور تکبیر کی آواز سننا تھا



أَنَّ تَمْرَهُنَّ أَعْمَلْنَ اِمْتَنَهُ عَلَيْهِنَّ وَاسْتَعْفَى اللهُ لِهَمَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: آپ پر آپ کی امت کے اعمال پر امت کے جلتے ہیں اور آپ ان گنہگاروں کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ (جوہر البحار ص ۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ وسلم پر امت کے اعمال پر امت ہونا ان گنہگاروں کے گناہوں کی بخشش کے لئے خدا سے دعا کرنا اور ہر امتی کو پہنچانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا  
 اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْاَرْضِ يُبَيِّنُونَ لِمَنْ اُمِرَ بِالسَّلَامِ۔ (مشکوٰۃ ص ۸۶)  
 ترجمہ: خدا تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

.. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِمًا اَبْلَغْتُهُ۔  
 ترجمہ: جس شخص نے میرے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اُسے سنتا ہوں اور جب تک مجھ پر درود سے درود پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام پر درود سلام کا پیش کیا جانا اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ آپ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں، ورنہ درود و سلام پیش کرنا بے فائدہ ثابت ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ کی پیش کردہ حدیث پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبر انور پر درود پڑھا جائے تو حضور علیہ السلام سنتے ہیں اور اگر دوسرے پڑھا جائے تو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں سنتے، بلکہ فرشتے حضور علیہ السلام کو پہنچا دیتے ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود و سلام حضور علیہ السلام سنتے ہیں ورنہ درود و سلام پڑھنے والا خواہ قبر انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو، قریب اور دور کا فرق رسول اللہ کے لئے نہیں بلکہ درود و سلام پڑھنے والے کے لئے ہے اس دعویٰ کے ثبوت میں کچھ نقلی اور کچھ عقلی دلائل

پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ کہاں ارشاد ہے کہ دوسرے درود پڑھنے والوں کا درود مجھے صرف فرشتوں کے ذریعے ہی پہنچتا ہے میں اُسے مطلقاً نہیں سنتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔  
 مَا مِنْ عَبْدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى اِلَّا وَكَّلَ اللهُ بِهَا مَلَكَ يَبْعَثُنِيْ وَكَفَى اَجْرَ اَخْرَجْتُمْ وَدُنْيَا هُوَ وَكُنْتُ لَهٗ شَهِيدًا اَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ترجمہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے میری قبر شریف کے نزدیک مگر یہ کہ موکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتے کو جو مجھے وہ سلام پہنچاتا ہے اس کے لئے دنیا و آخرت کے اجر میں یہی کافی ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیق ہوں گا۔

(جذب القلوب ص ۳۰۵)

ایک روایت میں ہے مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى وَكَّلَ اللهُ بِهِ مَلَكَ يَبْعَثُنِيْ۔ جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کیا ہوگا جس کا درود مجھ تک پہنچاتا ہے ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود و سلام پڑھا ہے اُسے بھی حضور علیہ السلام کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے اب اگر فرشتے کا حضور کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور علیہ السلام کے سامنے کے منافی ہوتو ان احادیث کا واضح مطلب ہوگا کہ میری قبر انور پر جو درود پڑھا جائے میں اُسے بھی نہیں سنتا، ایسی صورت میں یہ احادیث پہلی حدیث کے معارض ہونگی جس میں صاف موجود ہے مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى سَمِعْتُهُ یعنی جو میری قبر پر درود پڑھا ہے میں اُسے سنتا ہوں۔ لہذا اس بات کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ فرشتے کا درود و سلام پہنچانا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضور خود اس درود و سلام کو نہیں سنتے۔

دلائل الخیرات کے خطبے میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا کیا حال ہے تو فرمایا اَسْمِعُ مَسْمُوعَةَ اَهْلِ مِحْبَتِيْ وَارْتُدُّمْ فِيْ مِحْبَتِ وَالْوَلِّ كِىْ دَرُوْكُمْ وَخُودُكُمْ سَمِعْتُمْ اُوْدَانَ كُمْ يَهْمِيْتُمْ اَهْلًا۔ (دلائل الخیرات، جوہر البحار ص ۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ كَيْسَ مِنْ عَبْدِ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِى اَلَا يَكُوْنُ صَوْتُهُ خِيْتًا كَانَ ثَلَاثًا وَّبَعْدَ وَكَانَ قَالٌ وَكُنْتُ اِنَ اللهُ حَزَمٌ عَلَيَّ اَلَّذِيْنَ اَنْ تَا تَكُلُ اَلْجَسَادَ اَلْاَيْبِيَا وَتُوَجِّهُ اِلَى كُوْنِيْ بِنْدَهٗ مَجْهٍ يَدْرُوْكُمْ نِهْيَمُ يَرْتَدُّكُمْ اَسْمِعُ مَسْمُوعَةَ اَهْلِ مِحْبَتِيْ وَارْتُدُّكُمْ فِيْ مِحْبَتِ وَالْوَلِّ كِىْ دَرُوْكُمْ وَخُودُكُمْ سَمِعْتُمْ اُوْدَانَ كُمْ يَهْمِيْتُمْ اَهْلًا۔



کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں بھی ہو (صحابہ نے عرض کیا، حضور علیہ السلام آپ کی وفات کے بعد بھی فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نیل کے جسموں کو کھائے۔ (جلال الانہام ص ۴۷)

اس حدیث سے مراد یہ بات ثابت ہو گئی کہ درود پڑھنے والا دنیا کے کسی بھی خطے میں کھڑے ہو کر درود پڑھے حضور علیہ السلام اس کے درود کی آواز پہنچ جاتی ہے یا یوں کہئے کہ حضور اس کے درود کی آواز کو خود بنفس نفیس سُن لیتے ہیں اور جس طرح دنیاوی زندگی میں سُن لیتے تھے اسی طرح اب بھی سُن لیتے ہیں۔

جو اولیاء و کرام قرب نوافل کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں ان کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْتُ سَمْعُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ۔ ترجمہ: میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَاِذَا صَارَ نَوْمٌ جَلَّالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَّهُ سَمْعُ الْفَلْجِ يَبُ وَالْبَصِيَّةِ ذَا اَصَا ذَا اِلَاحِ النَّوْمِ بَصَرًا لَّهُ سَمْعُ الْفَلْجِ يَبُ وَالْبَصِيَّةِ۔

(تفسیر کبیر ص ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ کے جلال کا نور جب بندے کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور ذر کی آواز کو سُن سکتا ہے اور یہی نور جلال جب بندے کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور ذر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

دور کی چیزوں کو دیکھنا اور سنانا جب اولیاء کرام کے لئے دلیل شرعی سے ثابت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ولایتِ نبیہ کی صفت سے متصف ہیں کی ذات مقدسہ میں یہ کمال کیسے نہ ہوگا۔ جب معراج کی رات حضور علیہ السلام کا شوق صدر ہوا تو جبریل امین نے قلب انور کو آپ زمزم سے دھوتے ہوئے فرمایا قَلْبٌ سَبِيذٌ فَيُرِيْتَانِ تَبْصُرَانِ وَاُدَانِ تَسْمَعَانِ (فتح الباری ص ۱۱۱) ترجمہ قلب الطہر ہر تم کی کجی سے پاک ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب الطہر کے ان کانوں اور آنکھوں کا دیکھنا اور سنانا عالم محسوسات سے راجع الیہ الہی ہے جیسے کہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنِّي اَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ میں وہ اشیاء دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدانکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم می بندوی شنود کلام ترا زیر کہ وے متصف است لصفات اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الہی آں ست کہ انا جلیسٌ مَنْ ذَكَرَنِي مُسِرًّا يَمِينًا رَأَى صِلَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا وَافْرَا سْتِ اِزِي صَفْتِ۔ (مدارج النبوت ص ۴۸)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اسلئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور آنحضرت کو اس صفت سے پورا پورا حجتہ ملا۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا است

منکس دروے ہمہ خوئے خدا است

یہ عبارت بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک کی سب آوازیں کو سنتے ہیں۔ اب ذرا عقلی دلائل کی طرف آئیے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے اسے حضور علیہ السلام ضرور سنتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قبر انور پر درود پڑھنے والے کی آواز کس ذریعہ سے حضور علیہ السلام کو پہنچتی ہے جس طرح دور کی آواز کا حضور تک پہنچنا مشکل معلوم ہوتا ہے بالکل اسی طرح قبر انور پر صلوة و سلام کا حضور علیہ السلام کی سمع اقدس تک پہنچ جانا یقیناً مشکل ہے کیوں کہ قبر انور میں جس مقام پر حضور علیہ السلام جلوہ گر ہیں وہاں نہ دنیا کی ہوا پہنچ سکتی ہے نہ عالم اسباب کے مطابق کسی آواز وغیرہ کا پہنچنا ممکن ہے اس کے باوجود بھی حضور علیہ السلام قبر انور میں درود و سلام کی آوازیں سُن لیتے ہیں تو اگر اسی طرح بعید کی آواز بھی سُن لیں تو کیوں کر ناممکن ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی کہ آپ چالیس دن کے تھے اور حضرت صلیمہ نے آپکو اٹھایا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور وہ آپ سے باتیں کرتا تھا آپ نے فرمایا اے چچا میری مادر شفقت نے مجھے کس کس کو باندھ رکھا تھا اس درود سے میں نے دنا چاہا تو چاند نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو زمین سے قیامت تک سبزہ پیدا نہ ہوگا حضرت عباس نے عرض کی آپ تو اس دن چالیس دن کے تھے،



یہ حال کیوں کر معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا چچا تم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں لوح پر قلم کی آواز کو اس وقت سنتا تھا جب کہ میں شکم مادر میں تھا اور اس سے زیادہ عجیب تر بات یہ ہے کہ میں شکم مادر میں چاند اور سورج کی تسبیح کو سنتا تھا جبکہ وہ عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۹۶، معارج النبوت ص ۴)

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ جب حضور عبد السلام کی قوت سماعت کا یہ کمال ہے کہ شکم مادر میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی آواز عرش کے نیچے تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آواز سنتے تھے تو کیا آج گنبد خضرا میں رہتے ہوئے درد و سلام کی آوازیں نہیں سن سکتے؟ یقیناً سن سکتے ہیں۔ آج کل سائنس کا زمانہ ہے سائنس کی حیرت انگیز ایجادات نے بہت سے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ ریڈیو، ٹیلیفون، ایئرل ڈیشن و انٹریس میٹ ایسی ایجادات ہیں جن سے ہزاروں میل کی آواز کو سن لیا جاتا ہے۔ ایک آدمی لندن میں بیٹھ کر ٹیلیفون کرتا ہے تو اس کی آواز کو ہم اور ہماری آواز کو وہ آواز سے سن لیتا ہے۔ اسی طرح ہم پاکستان میں بیٹھ کر دنیا کے ہر ملک کی خبریں ریڈیو سے سن لیتے ہیں جب مادہ قوت کا یہ کمال ہے۔ تو پھر روحانی قوت کا کیا کمال ہوگا۔ کیوں کہ مادی دنیا اسباب کی محتاج ہے۔ اور روحانیت اسباب سے بے نیاز ہے۔ لہذا مادی قوت و طاقت کے مقابلے میں روحانی قوت و طاقت بہت زیادہ ہے۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور محضن ہیں روحانیت کا، آپ کی روحانی طاقت تو یقیناً ہر مخلوق سے زیادہ ہے اس لئے آپ اپنی روحانی قوت سے ہمارے درد و سلام کو یقیناً سن لیتے ہیں۔

اب ایک تشریح طلب امر باقی رہ گیا وہ یہ کہ جب حضور عبد السلام دور کے درد و سلام کو سن لیتے ہیں تو پھر فرشتے کے مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے اس کا جواب مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ ”جاننا چاہئے کہ نبی عبد السلام پر درد و پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں ہو سکتی اگرچہ علم غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کے ساتھ متناہی کی نسبت، یہ دلیل نہ ہونا اس لئے ہے کہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہے کہ درد و شرف کے کمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں، حضور عبد السلام نے ان کمات کو پہلے جاننا جو یا نہ جاننا ہو، (بارگاہ رسالت میں کمات و روڈ کی پیشکش، بالکل

ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کمات طبقات پیش کے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ اقدس میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں، چونکہ یہ کمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ خدا تعالیٰ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لئے اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ (فیض الباری ص ۳۰)

فیض الباری کی اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درد شریف پیش کرنا حضور عبد السلام کی لاعلمی پر مبنی نہیں بلکہ کمات درد بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے سننے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ لِلَّهِ مَلَكَ اعْتَقَاكَ أَسْتَمِعَ الْخَلْقَ لِقَائِكَ عَلَى قَبْرِكَ إِذَا مِتَّ فَذَلِكُمْ أَحَدٌ يُصَلِّيْكُمْ عَلَى صَلَاةٍ صَادِقَةٍ مِنْ قَلْبِهِ الْإِقْتَانِ يَا مُحَمَّدُ مَكَدٌ صَلَّى عَلَيْكَ فَلَانَ، وَبَنِ فَلَانِ.

(کشف الغمہ ص ۲۶، جوہر البحار ص ۲۶)

ترجمہ، بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوق کی قوت سماع عطا ہوتی ہے وہ میری وفات پر میری قبر پر قائم رہے گا جو کبھی خلوص نیت سے مجھ پر درد دے گا وہ فرشتہ کہیگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درد دے رہا ہے۔

حضور عبد السلام تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں چنانچہ مسلم شریف کی حدیث ہے۔  
أُرْسِدَتْ لِيَ الْخَلْقُ كَافَةً فِي تَمَامِ مَخْلُوقَاتِ طَرَفٍ مِثْلِي كَمَا هُوَ

جب حضور عبد السلام تمام مخلوق کے لئے رسول اور نبی ہیں تو جو فرشتہ تیرا درد دے رہا ہے وہی جو تکہ مخلوق ہے لہذا آپ اس کے بھی نبی اور رسول ہیں یا یوں کہئے کہ وہ فرشتہ حضور عبد السلام کا امتی ہے، خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کون کون سے نبی پیدا ہوں گے جو سرور کونین کی قوت سامعہ پر اعتراض کرتے ہوئے زبان و رازی کریں گے، اگر نبی دور کا درد و سلام سن سکتا ہے تو پھر فرشتہ کیوں مقرر ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کا درد فرمایا اور فرشتے کو مقرر فرمایا کہ گویا یوں ارشاد فرمایا کہ اے نسل کے انبیو! فرشتہ میرے محبوب کا امتی ہے اور ساری مخلوق سے بڑھ کر قوت سامعہ کا، لہذا ہے دنیا کے کون خطبے بھی کوئی شخص درد و سلام بڑھے وہ سن لیتا ہے جہی نبی کی امتنی کی



قوتِ سامعہ کا یہ کمال ہو اس نبی کی اپنی قوتِ سامعہ کا کیا کمال ہو گا۔

---





شمشیر بنیام قادر الکلام مقرر اسلام خطیب پاکستان

مدظلہ العالی

کی دیگر تیز ترین کتب

# علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب



اس کتاب میں کلمہ کے اسرار نماز کے اوقات میں کھتیں پانچ نمازیں کیوں پڑھی جانی ہیں زکوٰۃ کے کیا فوائد ہیں روزے کا فلسفہ بڑے حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے حج کے فوائد اور اس کے بین الاقوامی اثرات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے یہ کتاب ترغیب و ترہیب کا ایک حسین امتزاج ہے اس کتاب میں قرآن وحدیث سے تقویٰ پر بہترین بحث کی گئی ہے

## فائدہ اٹھانے کا موسم



اہل سنت و جماعت اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ کچھ لوگ نہ یہ کہ پڑھتے نہیں بلکہ پڑھنے والوں پر فتوے لگاتے ہیں اس کتاب میں معتضضین کی اپنی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس درود و سلام کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اذان سے پہلے درود و سلام صدیوں سے پڑھا جا رہا ہے اور پڑھنے والوں کو اجر و ثواب ملتا ہے

## اہل سنت و جماعت اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔



حضور ﷺ کے اصل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات آج کی اولاد حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت عباس، اور حضرت جعفر طیار کی اولاد شامل ہے ان سب کے عقائد وہی تھے جو اہلسنت و جماعت کے عقائد ہیں لہذا اہلسنت و جماعت کا مسلک برحق ہے اور یہی جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اس کتاب میں ان تمام امور پر بحث کی گئی ہے۔

## عقائد اہل بیت



یہ کتاب علم کا گلدستہ ہے اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں ستر ستر ہزار فرشتوں کا ذکر ہے میدانِ خطابت میں نوادروں کے لئے ایک سرمایہ ہے اندازِ تحریر عالمانہ لیکن عام فہم ہے اعمال صالحہ کی ترغیب کا سرچشمہ ہے صحابہ کرام اولیاء عظام اور بزرگانِ دین کے واقعات سے مزین علمی مرقع ہے۔

## ستر ہزار فرشتے



اس کتاب میں موسوالوں کے جوابات دیے گئے ہیں یہ کتاب کیا ہے گویا کھمبے ہوئے موتیوں کا مجموعہ ہے اس کتاب کو پڑھنا شروع کر دیں تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا بعض احباب کے تاثرات یہ ہیں کہ ایسی دلچسپ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری سوالات اور جوابات عجیب و غریب ہیں علم میں اضافے کا موجب ہے بلکہ علم کا مزید شوق پیدا کرنے والی کتاب ہے۔

## علیؑ کا دلچسپ کلمہ



کچھ خارجی لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو نبیوں اور ولیوں پر چپا کر کے اپنی بد باطنی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کتاب میں ایسے بد عقیدہ لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھائی گئی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ جو دن اللہ ہیں وہ بت ہیں اور انبیاء و اولیاء ہیں دن اللہ نہیں ہو سکتے۔

## من دن اللہ کون ہیں

مکتبہ ترویج و ترقیہ دینیہ لاہور کے فضیلا آباد